يٰاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ (5:67)

اے رسولؐ! اِس ضابطۂ حیات کو جو تمہارے ربّ کی طرف سے تُم پر نازل کیا گیا ہے تمام اِنسانوں تک پہنچا دو۔

کافرگری

ادارہ طلوعِ اسلام
25/بی، گلبرگ 2، لاہور فون: 042-35714546
Email: idara@toluislam.com
Web: www.toluislam.com

قرآنی حقائق کو سمجھنے کے لئے
ماہنامہ
طلوعِ اسلام
خود پڑھیے،
دُوسروں کو پڑھنے کے لیے پیش کیجیے
یہ
ایک ماہنامہ ہی نہیں بلکہ ایک زندہ اور زندگی بخش تحریک ہے جس کا مقصد قرآنی فِکر کو اس طرح عام کرنا ہے کہ وہ نوجوانوں کے دِل کی گہرائیوں میں اُتر جائے اور وہاں سے
صحیح آسمانی اِنقلاب بن کر اُبھرے!
سالانہ زرشرکت اندرون ملک -/300 روپے۔ بیرون ملک -/2000 روپے
رقم بذریعہ منی آرڈر۔ بینک ڈرافٹ
بنام ادارہ طلوع اسلام B-25 گلبرگ 2، لاہور ارسال فرمائیں۔
بینک اکاؤنٹ نمبر 7-3082 برانچ کوڈ 0465
نیشنل بنک آف پاکستان۔ مین مارکیٹ گلبرگ، لاہور۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کافرگری

کسے نماند کہ دیگر بہ تیغ ناز کُشی
مگر کہ زندہ کنی خلق را و باز کُشی

(تمہاری تلوار کی زد سے کوئی باقی نہیں بچا کہ جسے تم اب قتل کر سکو۔ ذوقِ خونریزی کی تسکین کی ایک ہی صورت ہے کہ ذبح شدہ خلقِ خدا کو زندہ کرو اور دوبارہ قتل کر دو۔ ترجمہ از سلیم)

کافروں کو مسلمان بنانا

اگر ہم کسی کو ایک فقرہ میں بتانا چاہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیات طیبہ میں کیا عظیم کام سرانجام دیا تھا' تو بلا تامل کہا جا سکتا ہے کہ حضورؐ نے غیر مسلموں کو حلقہ بگوش اسلام بنا کر دین کا نظام قائم کیا تھا۔ غیر مسلموں کو مسلمان بنانا کس قدر مشکل کام تھا' اس کا اندازہ اس سے لگایئے کہ حضورؐ کی نبوت کی عمر تیئیس (23) سال کی تھی اور چونکہ حضورؐ، خدا کے آخری نبی تھے اس لئے یہ تیئیس (23) سال کا عرصہ قیامت تک پھیلا ہوا تھا۔ اس اعتبار سے دیکھئے تو حضورؐ کی حیات طیبہ کا ایک ایک لمحہ ہزاروں سال پر بھاری تھا۔ اس عظیم القدر' اہم اور قیمتی' مبارک زندگی کا پچاس فیصد سے زیادہ حصہ (تیئیس (23) میں سے تیرہ (13) سال) مکہ میں بسر ہوا۔ وہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جس قدر مصیبتوں اور تکلیفوں کا سامنا کرنا پڑا' وہ سب پر عیاں ہیں۔ اس قدر طول طویل عرصہ' اور ایسی جانکاہ مشقتوں اور مصیبتوں کا ماحصل کیا تھا؟ تین سو کے قریب افراد کا حلقۂ اسلام میں داخل ہونا۔ اس سے آپ اندازہ لگایئے کہ ایک غیر مسلم کو مسلمانوں کی جماعت میں داخل

کرنے کے لئے، حضورؐ کو کتنا وقت صرف کرنا، اور کس قدر جانکاہ اور صبر آزما مراحل میں سے گزرنا پڑتا تھا۔ اس کے بعد، حضورؐ کی مدنی زندگی کا دور شروع ہوا۔ اس میں مسلمانوں کی اس مٹھی بھر جماعت کو، دشمنوں کے حملوں سے بچانے اور اس طرح اس متاعِ گراں بہا کو محفوظ رکھنے کے لئے حضورؐ (اور آپؐ کے ہمراہ قدسیوں کی اس جماعتؓ) کو کتنی لڑائیاں لڑنی پڑیں اور جان و مال کی کس قدر قربانیاں دینی پڑیں۔ اس طرح، محمدؐ رسول اللہ والذین معہٗ نے ایک ایک قطرہ اکٹھا کر کے امتِ مسلمہ کی جوئے رواں کو تشکیل فرمایا، جس نے اپنے ایمانِ محکم اور عملِ پیہم سے، تھوڑے سے عرصہ میں، ایک بحرِ ذخار کی شکل اختیار کر لی۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم و رضوا عنہ۔

اس کے بعد، جب خلافت کا شیرازہ منتشر ہو گیا تو دین میں ثنویت (DUALISM) پیدا ہو گئی اور سیاست، دین سے الگ ہو گئی۔ اس سے ایک طرف، ملوکیت وجود میں آ گئی اور دوسری طرف مذہبی پیشوائیت (PRIEST HOOD) حالانکہ دین، ان دونوں کو مٹانے کے لئے آیا تھا اور اس نے انہیں مٹا کر دکھایا تھا۔

مسلمانوں کو کافر بنانا

ملوکیت نے اسلام کے ساتھ کیا کیا، اسے اس وقت چھوڑیئے۔ مذہبی پیشوائیت نے جو کچھ کیا اسے دو فقروں میں یوں سمجھئے کہ اس نے پہلے اس امتِ واحدہ کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے۔ اسے فرقوں میں تقسیم کر دیا اور پھر، ایک ایک مسلمان کو کافر قرار دے کر، دائرۂ اسلام سے خارج کر دیا۔ چنانچہ آپ یہ معلوم کر کے حیران ہوں گے کہ اس وقت (مثلاً) پاکستان میں جس قدر مسلمان بستے ہیں، ان حضرات کے فتوؤں کے مطابق، ان میں سے ایک بھی مسلمان نہیں۔ یہ مبالغہ نہیں۔ جیسا کہ ہم ذرا آگے چل کر بیان کریں گے، حقیقت ہے۔ یعنی نبی اکرمؐ اور صحابہ کبارؓ نے ہزار مصیبتیں جھیل کر، ایک ایک غیر مسلم کو حلقہ بگوش اسلام بنایا تھا اور انہوں نے حلقہ بگوشانِ اسلام کو ایک ایک کر کے کافر بنا دیا۔

امتِ مسلمہ کی خصوصیات

نبی اکرمؐ نے جو امت تیار کی تھی‘اس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے کہا تھا کہ

فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا (3:103)

تم خدا کی اس نعمت کو یاد کرو (جس سے اس نے تمہیں نوازا ہے) تم ایک دوسرے کے دشمن تھے۔ اس نے تمہارے دلوں میں ایک دوسرے کی الفت پیدا کر دی اور اپنی عنایات سے تمہیں بھائی بھائی بنا دیا۔

ایسے بھائی بھائی جن کے متعلق کہا کہ وہ **اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ** (48:29) ہیں۔ یعنی دشمنوں کے مقابلہ میں چٹان کی مانند سخت اور آپس میں نہایت ہمدرد۔

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ایک دوسرے کا بھائی اور نہایت ہمدرد‘ غم خوار اور غم گسار بھائی بنایا تھا۔ لیکن ہماری مذہبی پیشوائیت نے ان بھائیوں کو‘ اس طرح ایک سے دوسرے کو جدا کیا‘ اور آپس میں دشمن بنایا کہ وہ ایک دوسرے کا گلا کاٹنے لگ گئے۔ قرآن کریم نے نہایت واضح الفاظ میں کہا تھا کہ یاد رکھو۔

وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خٰلِدًا فِيْهَا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهٗ وَاَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِيْمًا (4:93)

جو جان بوجھ کر کسی مومن کو قتل کرے تو اس کی سزا جہنم ہے۔ وہ اس میں رہے گا۔ اس پر اللہ کا غضب اور لعنت ہوگی اور اس کے لئے خدا سخت عذاب تیار کرے گا۔

اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دیا تھا اور ہماری مذہبی پیشوائیت نے یہ وطیرہ اختیار کیا کہ

(1) پہلے امت کو فرقوں میں بانٹا۔ پھر

(2) ایک فرقہ نے دوسرے فرقے کو مرتد اور کافر قرار دیا۔ اور

(3) یہ فتویٰ دے دیا کہ ان مرتدوں کی سزا قتل ہے۔

مسلمانوں کا خون

اس طرح سر بازار مسلمانوں کی گردنیں خود مسلمانوں کے ہاتھوں سے اڑنے لگیں۔ اگر آپ تاریخ اسلام کو دیکھیں تو آپ کو نظر آ جائے گا کہ اس ہزار بارہ سو سال کے عرصہ میں کفار کے ہاتھوں اتنے مسلمان شہید نہیں ہوئے جتنے کہ ددوسرے مسلمانوں کے ہاتھوں قتل ہوئے ہیں...... اور آپ کو معلوم ہے کہ کس قسم کی باتوں پر ایک دوسرے کے قتل کے فتوے دیئے جاتے تھے؟ مثلاً اگر کسی نے کہہ دیا کہ قرآن مخلوق ہے تو اسے کافر قرار دے دیا گیا اور قتل کر دیا۔ دوسرے نے کہہ دیا کہ نہیں قرآن قدیم ہے' تو اسے کافر قرار دے کر قتل کر دیا۔ اگر کسی نے کہہ دیا کہ میں نے اللہ تعالیٰ کو خواب میں دیکھا ہے تو اسے کافر قرار دے دیا۔ کسی نے کہہ دیا کہ وتر واجب ہیں تو اسے کافر قرار دے دیا۔ غرضیکہ ذرا ذرا سے اختلاف پر ایک دوسرے کو کافر بناتے اور اس کے قتل کے فتوے صادر کرتے رہے۔ بڑے بڑے جلیل القدر ائمہؒ۔ مفسرینؒ۔ محدثینؒ۔ علماؒء۔ فقہاؒ وغیرہ ان کے فتوؤں کا نشانہ بنائے گئے۔ کسی کو قتل کیا۔ کسی کی زندہ کھال کھنچوائی گئی۔ کسی کو جیل خانے بھجوایا۔ کسی کو کوڑوں سے پٹوایا۔ کسی کا گھر پھونکا گیا۔ کسی کی کتابیں جلائی گئیں۔ کسی کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن نہ ہونے دیا گیا۔ کسی کی لاش کو پامال کیا گیا۔ کسی کی قبر پر گدھوں کے ہل چلوائے گئے۔ کسی کی تشہیر کی گئی۔ کسی کو ذلیل کیا گیا۔ غرضیکہ ان کے ہاتھوں نہ کسی کی جان محفوظ رہی نہ مال۔ نہ عزت مصئون رہی نہ آبرو۔ اور یہ سلسلہ اب تک جاری ہے۔ دنیا کہیں سے کہیں چلی گئی ہے اور ہم ابھی تک ایک دوسرے کو کافر قرار دینے کے ''جہاد عظیم'' میں مصروف ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہماری حالت پر رحم کرے۔

فرقہ بندی

ہم نے اوپر کہا ہے کہ (مثلاً) اس وقت پاکستان میں جس قدر مسلمان ہیں' ان حضرات کے فتوؤں کے مطابق ان میں سے کوئی بھی مسلمان نہیں۔ قبل اس کے کہ ہم اس حقیقت کی وضاحت کریں' یہ بتا دینا ضروری سمجھتے ہیں کہ (جیسا کہ قارئین طلوع اسلام کو اچھی طرح معلوم ہے) ہم

کسی فرقے سے متعلق نہیں ہیں۔ نہ ہی ہم نے کوئی نیا فرقہ بنایا ہے۔ فرقہ سازی کے متعلق، قرآن کریم نے کہا تھا کہ

وَلَا تَكُونُوا مِنَ الْمُشْرِكِينَ ۝ مِنَ الَّذِينَ فَرَّقُوا دِينَهُمْ وَكَانُوا شِيَعًا ۖ كُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُونَ (30:31-32)

(مسلمانو! دیکھنا۔ (تم ایمان لانے کے بعد پھر سے) مشرکوں میں سے نہ ہو جانا۔ یعنی ان لوگوں میں سے نہ ہو جانا جنہوں نے دین میں فرقے پیدا کر دیئے اور خود بھی ایک گروہ بن بیٹھے پھر حالت یہ ہوگئی کہ ہر گروہ اپنے اپنے طریقے میں مگن ہے۔

اس لئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے واضح الفاظ میں کہہ دیا تھا کہ

إِنَّ الَّذِينَ فَرَّقُوا دِينَهُمْ وَكَانُوا شِيَعًا لَّسْتَ مِنْهُمْ فِي شَيْءٍ ۚ (6:159)

اے رسول! جن لوگوں نے اپنے دین میں فرقے پیدا کر لئے اور گروہ بن بیٹھے، تیرا ان سے کوئی تعلق نہیں۔

نبی اکرمؐ کے زمانے میں مسلمانوں میں کوئی فرقہ نہیں تھا۔ سب مسلمان تھے...... ہمارا بھی کسی فرقے سے تعلق نہیں...... نہ کسی قدیم فرقہ سے، نہ جدید سے۔ نہ ہی ہمارا اپنا کوئی الگ فرقہ ہے۔ ہم صرف مسلمان ہیں اور ان تمام باتوں پر ایمان رکھتے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے کسی شخص کے مسلمان ہونے کے لئے ضروری قرار دیا ہے...... یعنی اللہ پر ایمان۔ انبیائے کرامؑ پر ایمان، کتابوں پر ایمان۔ ملائکہ پر ایمان۔ آخرت پر ایمان، اس لئے ہم اگر ذیل میں کچھ مثالیں پیش کریں گے جن میں بتایا جائے گا کہ ہمارے ''علمائے کرام'' کے فتوؤں کی رو سے کوئی شخص بھی مسلمان نہیں رہتا، تو اس سے یہ نہ سمجھ لیا جائے کہ ہم کسی خاص فرقے کی تائید یا تردید کرتے ہیں۔ ہم صرف مثالیں پیش کرتے ہیں اور وہ بھی دل پر پتھر رکھ کر۔ اس لئے کہ ہمارے نزدیک مسلمانوں میں تفرقہ پیدا کرنا اسلام کی رو سے سب سے بڑا جرم ہے۔ لہٰذا ہمیں ان حضرات کی کفرساری کی

داستانیں دہرا کر کوئی خوشی نہیں ہوتی۔

اس وقت پاکستان میں جو بڑے بڑے فرقے بستے ہیں' وہ حسب ذیل ہیں:۔

(1) شیعہ اوراہلسنت والجماعت

(2) اہل سنت والجماعت' پھر دو بڑے بڑے فرقوں میں بٹے ہوئے ہیں۔ غیر مقلد (جنہیں عام طور پر اہلحدیث کہا جاتا ہے) اور مقلد (جنہیں عام طور پر حنفی کہا جاتا ہے)

(3) مقلد پھر دو گروہوں میں بٹے ہوئے ہیں۔ دیوبندی اور بریلوی۔اب دیکھئے کہ یہ فرقے کس طرح آپس میں ایک دوسرے کو کافر قرار دیتے ہیں۔

اہل سنت کی طرف سے شیعہ پر کفر کا فتویٰ

فرقہ امامیہ منکر خلافت حضرت صدیقؓ اند ودر کتب فقہ مذکور است کہ ہر کہ انکار خلافت حضرت صدیقؓ نماید منکر اجماع قطع گشت وکافر شد بس درحق شاں حکم کافر جاری است ورافضی واجب القتل است۔

(ترجمہ) اس میں شبہ نہیں کہ فرقہ امامیہ (شیعہ) صدیق اکبرؓ کی خلافت کے منکر ہیں۔اور کتب فقہ میں لکھا ہے کہ جو' حضرت صدیق اکبرؓ کی خلافت کا انکار کرے وہ اجماع کا منکر اور کافر ہو جاتا ہے اس سے کفار کی طرح ہی معاملہ کرنا چاہیئے۔رافضی واجب القتل ہیں۔

(رد تبرا صفحہ 30 فتاویٰ عزیزی شاہ عبدالعزیزؒ صاحب دہلوی صفحہ 192-191)

پھر شیعوں اور سُنیوں کے درمیان رشتہ ناطہ کے متعلق فرماتے ہیں۔

درمذہب حنفی موافقِ روایات مفتی بہ حکم فرقہ شیعہ حکم مرتدان است۔ چنانچہ در فتاویٰ عالمگیری مرقوم است۔ پس نکاح کردن از زن کہ دریں فرقہ باشد درست نیست۔ ودر مذہب شافعی دو قول است۔ بریک قول کافراند وقول دگر فاسق۔

یعنی شیعہ فرقہ کی عورت سے نکاح کرنا جائز نہیں۔ مذہب شافعی میں شیعوں کے متعلق دو قول ہیں۔ ایک قول کے مطابق وہ کافر ہیں، دوسرے قول کے مطابق فاسق۔

یعنی امت کے دو بڑے فرقوں میں سے ایک فرقہ یوں گیا۔ اب دوسرے فرقے کے متعلق دیکھئے۔

شیعہ کا فتویٰ اہل سنت، بلکہ تمام دوسرے مسلمانوں پر

سوائے فرقہ اثنا عشریہ امامیہ کسے ناجی نیست کشتہ شود و خواہ بموت میرد۔

(ترجمہ سوائے فرقہ امامیہ، اثنا عشریہ، کوئی بھی جنتی نہیں، خواہ وہ قتل ہو جائے یا اپنی موت مرے۔ حدیقہ شہداء صفحہ 65)

شیعہ اور غیر شیعہ کا معاملہ یوں صاف ہو گیا۔ اب سُنیوں کی طرف آیئے۔ جیسا کہ ہم پہلے لکھ چکے ہیں، ان میں دو بڑے فرقے...... مقلد اور غیر مقلد ہیں۔ مقلدین کو عام طور پر حنفی یا اہل سنت کہا جاتا ہے اور غیر مقلدین کو اہل حدیث۔

غیر مقلدین پر اہل سنت کا فتویٰ

(1) فرقہ غیر مقلدین، جن کی علامت ظاہری اس ملک میں، آمین بالجہر۔ رفع یدین۔ اور نماز میں ہاتھ سینے پر باندھنا اور امام کے پیچھے الحمد پڑھنا ہے۔ اہل سنت سے خارج ہیں اور مثل دیگر فرق ضالہ، رافضی وخارجی وغیرہما کے ہیں، کیونکہ ان کے بہت سے عقائد اور مسائل مخالف اہل سنت کے ہیں۔ ان کے پیچھے نماز درست نہیں۔ ان سے مخالطت ومجالست کرنا، اور ان کو اپنی خوشی سے مسجد میں آنے دینا شرعاً ممنوع ہے۔

(اس کے نیچے قریب ستر علماء کی مہریں ثبت ہیں۔ بحوالہ جامع الشواہد فی اخراج الوہابین المساجد۔ ص 8)

(2) پس تقلید کو حرام اور مقلدین کو مشرک کہنے والا شرعاً کافر بلکہ مرتد ہوا۔

(انتظام المساجد باخراج اہل فتن عن المساجد)

(3) علماء اور مفتیان وقت پر لازم ہے کہ بمجرد مسموع ہونے ایسے امر کے' اس کے کفر اور ارتداد کے فتویٰ دینے میں تردد نہ کریں، ورنہ زمرۂ مرتدین میں یہ بھی شامل ہوں گے۔ (ایضاً)

(4) مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی نے غیر مقلدین کے تمام گروہوں کے نام بنام عقائد لکھ کر فتویٰ لکھا ہے کہ

یہ طائفے سب کے سب کافر و مرتد ہیں۔ اور جو ان کے کفر و عذاب میں شک کرے وہ خود کافر ہے۔ (کتاب حسام الحرمین)

مقلدین کے خلاف غیر مقلدین کا فتویٰ

(1) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اور مفتیان شرع مبین اس امر میں کہ یہ گروہ مقلدین جو ایک ہی امام کی تقلید کرتے ہیں' اہل سنت والجماعت میں داخل ہیں یا نہیں اور ان کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں اور ان کو اپنی مسجد میں آنے دینا اور ان کے ساتھ مخالطت اور مجالست جائز ہے یا نہیں۔

جواب: بے شک نماز ایسے مقلدین کے پیچھے جائز نہیں ہوگی کہ ان لوگوں کے عقائد اور اعمال مخالف اہل سنت والجماعت ہیں۔ بلکہ بعض عقیدہ اور عمل موجب شرک اور بعض مفسد نماز ہیں۔ ایسے مقلدوں کو مسجد میں آنے دینا شرعاً درست نہیں۔

اس کے نیچے (19) مولوی صاحبان کی مہریں ثبت ہیں۔

(بحوالہ کتاب مجموعہ فتاویٰ صفحہ 55-54)

(2) نواب صدیق حسن خاں صاحب (مرحوم) فرماتے ہیں۔

مقلدین پر اطلاق لفظ مشرکین کا۔تقلید پر اطلاق لفظ شرک کا کیا جاتا ہے۔دنیا میں آج کل اکثر لوگ مقلد پیشہ ہیں۔وما یومن اکثرھم الا وھم مشرکون ۔یہ آیت ان پر بخوبی صادق ہے۔ (اقترب الساعۃ صفحہ 16)

صرف حنفی نہیں بلکہ سب کے سب

چاروں اماموں کے پیرو اور چاروں طریقوں کے متبع۔یعنی حنفی۔شافعی۔مالکی۔حنبلی اور چشتیہ۔قادریہ۔نقشبندیہ۔مجددیہ۔سب لوگ کافر ہیں۔ (جامع الشواہد صفحہ 2)

دیوبندیوں کے خلاف تین سو علماء کا فتویٰ

وہابیہ دیوبندیہ اپنی تمام عبادتوں میں' تمام اولیاء۔انبیاء۔حتیٰ کہ حضرت سیدالاولین وآخرین (صلی اللہ علیہ وسلم) اور خاص ذات باری تعالیٰ کی اہانت اور ہتک کرنے کی وجہ سے قطعاً مرتد اور کافر ہیں۔اوران کا ارتداد اور کفر سخت سے سخت درجہ تک پہنچ چکا ہے۔ایسا کہ جوان مرتدوں اور کافروں کے ارتداد اور کفر میں ذرا بھی شک کرے مرتد اور کافر ہے۔مسلمانوں کو چاہئے کہ ان سے بالکل ہی محترز اور مجتنب رہیں۔ان کے پیچھے نماز پڑھنے کا تو ذکر ہی کیا ہے' اپنے پیچھے بھی ان کو نماز نہ پڑھنے دیں اور نہ ہی مسجدوں میں گھسنے دیں۔نہ ان کا ذبیحہ کھائیں' نہ ان کی شادی غمی میں شریک ہوں۔نہ اپنے پاس ان کو آنے دیں۔یہ بیمار ہوں تو عیادت کو نہ جائیں۔مریں تو گاڑنے توپنے میں شرکت نہ کریں۔مسلمانوں کے قبرستان میں جگہ نہ دیں۔غرض ان سے بالکل احتیاط واجتناب رکھیں۔(دیکھو تین صد (300) علماء کا متفقہ فتویٰ۔۔۔المشتہر محمد ابراہیم بھاگلپوری)

دیوبندیوں کو اقلیت قرار دیا جائے

مارچ 1953ء میں' کراچی کے درودیوار پر ایک اشتہار چسپاں کیا گیا تھا جس کا عنوان تھا:۔

مطالبات

فرقہ دیوبندیہ کو علیحدہ اقلیتی فرقہ تسلیم کیا جائے

اس اشتہار میں، منجملہ دیگر امور لکھا تھا کہ جس طرح سکھ ہندوؤں سے نکلے لیکن ہندو نہیں ہیں۔ یا انگلینڈ کے پروٹسٹنٹ رومن کیتھلک سے نکلے، مگر رومن نہیں۔ اسی طرح دیوبندی فرقہ اہل سنت والجماعت سے نکلا مگر اہل سنت والجماعت نہیں۔ اقلیتی فرقہ دیوبندیہ کے نمائندگان خصوصی۔ مفتی محمد شفیع صاحب۔ مولانا سید سلیمان صاحب ندوی۔ مولانا احتشام الحق صاحب۔ مسٹر ابوالاعلیٰ مودودی وغیرہم ہیں۔

اس کے بعد مطالبہ یہ پیش کیا گیا تھا کہ اس فرقہ کو اقلیت تسلیم کیا جائے۔ اس اشتہار کے نیچے 28 حضرات کے دستخط تھے۔ (طلوع اسلام۔ مئی 1953ء صفحہ 64)

بریلویوں کے خلاف دیوبندیوں کا فتویٰ

مولوی سید محمد مرتضٰی صاحب دیوبندی نے اپنی کتاب میں، مولوی احمد رضا خاں صاحب کو کافر، کفر، دجال ماتہ حاضرہ۔ مرتد۔ خارج از اسلام وغیرہ ثابت کیا ہے۔

(رسالہ ردالتکفیر علی الفحاش التطہیر)

دوسری طرف

مولانا احمد رضاں خاں صاحبؒ (بریلوی) نے مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ (بانی دارالعلوم دیوبند) اور مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ وغیرہ کے عقائد کا ذکر کر کے لکھا ہے کہ کُلّھم مرتدون با جماع الاسلام (یہ سب، باجماع الاسلام مرتد ہیں)۔ اس فتوے پر علماء حرمین شریفین اور دیگر مفتیوں اور قاضیوں کے دستخط اور مہریں ثبت ہیں۔ ان کی تین وجوہ تکفیر بیان کی گئی ہیں (1) ختم نبوت کا انکار

کرتے ہیں (2) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرتے ہیں (3) امکان کذب باری تعالیٰ۔

اس لئے ان کے متعلق لکھا ہے کہ

جو ان کے کافر ہونے میں شک کرے، وہ بھی کافر ہے۔

(حسام الحرمین صفحہ 100:113)

آپ نے غور فرمایا؟ پاکستان میں اس وقت یہی بڑے بڑے فرقے ہیں۔ شیعہ۔ سنی۔ حنفی۔ اہلحدیث۔ دیوبندی۔ بریلوی۔ یا ارباب طریقت میں۔ چشتیہ۔ قادریہ۔ نقشبندیہ وغیرہ۔ ان سب کے خلاف، کفر اور ارتداد کے فتوے لگ چکے ہیں۔

کیا ان فتوؤں کی رو سے پاکسان میں ایک شخص بھی مسلمان باقی رہ جاتا ہے؟

پھر مختلف فرقوں کی تکفیر تک ہی اکتفا نہیں کیا گیا۔ ان فرقوں کے ممتاز افراد کے خلاف نام بنام فتاویٰ صادر کئے گئے اور انہیں ہدفِ دشنام بنایا گیا۔ مثلاً مولانا نذیر حسین دہلویؒ

انہیں مجادل، مرتاب، متبع ہوائے نفس، حاسد، بددیانت، منحرف قرار دیا گیا۔

(رسالہ التحقیق المزید لمن ھو فی بطن امہ السعید......)

ان کے ساتھ مولوی محمد حسین بٹالوی مرحوم

کو شامل کر کے انہیں

شیاطین۔ ملحد۔ بیوقوف۔ بے شعور۔ بے دین۔ وغیرہ کہا گیا۔ اس فتویٰ پر 82 علماء حرمین شریفین اور علمائے عجم کی مہریں ثبت ہیں۔ (کتاب نذر الحق)

مولانا ثناء اللہ امرتسری مرحوم

کے خلاف جو فتاویٰ شائع کئے گئے اور جنہیں مکہ معظّمہ جا کر حاصل کیا گیا ان میں، ان کی تفسیر کے متعلق کھا ہے:

ایک بدعتی اور گمراہ کا کلام ہے۔انہوں نے اپنی تفسیر میں حلولیہ' اتحادیہ' جہمیہ ' اور معتزلہ مذہب کو جمع کر رکھا ہے۔نہ تو مولوی ثناءاللہ سے علم حاصل کرنا جائز ہے۔نہ اس کی اقتداء جائز ہے' نہ اس کی شہادت قبول کی جائے۔نہ اس کی اقامت صحیح ہے۔اس کے کافر اور مرتد ہونے میں کوئی شک نہیں......اس کی تفسیر اس قابل ہے کہ اس کا مقاطعہ کیا جائے۔ بلکہ تردید کی غرض سے دیکھنے کے سوا اس کا دیکھنا بھی حرام ہے۔ (فیصلہ مکہ صفحہ 20-15)

مولانا حسین احمد مدنی مرحوم

مولانا مدنی نے مکتوب نمبر 38 کے صفحہ 100 پر روایات پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے:

احادیث خواہ قدسیہ ہوں یا غیر قدسیہ' ان کے نقل کرنے والے اتنے کثیر نفوس نہیں ہیں۔اس لئے ان میں احتمال جھوٹ یا غلطی کا آتا ہے۔اس لئے قطعی الثبوت نہیں ہوں گی اور ان کا منکر کافر نہیں ہوگا۔ یہ تو فرق ہے ہمارے لئے۔صحابہؓ کے لئے نہیں۔ ان کے لئے قرآن اور ارشادات نبویؐ قطعی الثبوت ہیں۔ وہ اگر ایک حدیث سننے کے بعد منکر ہوں تو کفر لازم آئے گا۔

مولانا مرحوم کے اس اقتباس پر حکیم محمد اشرف سندو' بلو کی کے قلم سے ''حیرت انگیز انکار حدیث'' کے عنوان سے جماعت اہل حدیث کے اخبار ''اہلحدیث'' بابت یکم جولائی 1961ء میں ایک تبصرہ شائع ہوا۔جس کا ملخص' ہفت روزہ' ترجمان اسلام' لاہور کی 10 نومبر 1961ء کی اشاعت میں بالفاظ ذیل شائع ہوا ہے۔

حضرت مولانا حسین احمد مدنی' دیوبندی' اول درجہ کے عالم اور خادم قرآن وحدیث بزرگ گزرے ہیں۔آپ محتاجِ تعارف نہیں۔مگر آپ کا ایک مکتوب دیکھ کر بہت ہی صدمہ ہوا جس میں انکار حدیث کا بھیانک تصور موجود ہے۔اس تصور سے معتزلہ' جہمیہ کے علاوہ نیچریت' چکڑالویت اور پرویزیت کا ریکارڈ بھی ختم ہو گیا۔

ان سب پر جن کا ریکارڈ مولانا مدنی (مرحوم) نے ختم کر دیا ہے' کفر کے فتوے لگ چکے ہیں۔اس سے مولانا مدنی' کے کفر کی بات واضح ہو جاتی ہے۔

مودودی صاحب کے خلاف

سید ابوالاعلیٰ مودودی صاحب اور ان کی جماعت کے خلاف' قریب قریب ہر فرقے کے علماء کی طرف سے فتوے لگ چکے ہیں۔جن میں ان کی تحریک کے متعلق کہا گیا ہے کہ

> یہ تحریک کوئی نئی تحریک نہیں۔ یہ وہی پرانی خارجیت ہے جو نئے نئے روپ اختیار کر چکی ہے۔ (دارالعلوم منظر الاسلام۔ بریلی)

مفتی مظہر اللہ صاحب (جامع فتح پوری۔دہلی) اپنے فتوے میں لکھتے ہیں۔

> ان باتوں کا ظاہر تو یہی ہے کہ مسلم کو اہل سنت سے خارج کرنے والی ہیں اور یقیناً تفریق بین المسلین کی موجب اور نئے فرقے کے پیدا کرنے کے لئے بنیاد ہے لیکن بنظر تعمق نظر کیجئے تو کفر تک پہنچانے والی ہیں......ایسی صورت میں نیا فرقہ پیدا کرنے والی نہیں بلکہ فرقہ مرتدین میں داخل کرنے والی ہیں۔

علی گڑھ کے مولانا حفیظ اللہ صاحب نے لکھا ہے۔

> جو حکم مسجد ضرار کا ہے اس جیسے حکم میں یہ جماعت بھی داخل ہے۔

''مسجد ضرار'' کے متعلق قرآن کریم میں ''کفرا'' کا لفظ آیا ہے' لہٰذا ان کے متعلق بھی کفر کا حکم ہوا۔

مولانا اعزاز علی صاحب مرحوم (دیوبندی) اپنے فتویٰ میں رقم طراز ہیں۔

> میرے نزدیک یہ جماعت اپنے اسلاف (یعنی میرزائی) سے بھی مسلمانوں کے دین کے لئے زیادہ ضرر رساں ہے۔

مفتی سید مہدی حسن صاحب' صدر مفتی دارالعلوم دیوبند' اپنے فتوے میں لکھتے ہیں۔

اگر کوئی شخص مسجد کا امام مودودی صاحب کا ہم خیال ہو تو ایسے شخص کے پیچھے نماز مکروہ ہے۔

مولانا حسین احمد صاحب مدنی (مرحوم) مودودی صاحب کے نام اپنے ایک مکتوب میں لکھتے ہیں: کہ

آپ کی تحریک ''اسلامی'' خلاف سلف صالحین مثل معتزلہ۔ خوارج۔ روافض۔ جہمیہ وغیرہ فرق قدیمہ اور مثل قادیانی۔ چکڑالوی۔ مشرقی۔ نیچری۔ مہدوی۔ بہائی وغیرہ فرق جدیدہ ایک نیا اسلام بنانا چاہتی ہے اور وہ ان اصولوں وعقائد واعمال پر مشتمل ہے جو کہ اہل سنت والجماعت اور اسلاف کے خلاف ہیں۔

مولانا احمد علی (مرحوم) کی جمعیت علماء (لاہور) نے مودودی صاحب کے متعلق ایک اشتہار میں لکھا تھا کہ

ان کا اجتہاد قرآن کے مقابلہ میں شیطنی ہے۔

اور

میرزا قادیانی نے نئی شریعت، نئی نبوت کا دروازہ کھولا۔ مودودی صاحب نے پرانی شریعت کے پرانے مسئلوں کو بدل دیا۔

اس کے بعد لکھا تھا کہ

اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو مودودی صاحب اور اس نام نہاد اسلامی جماعت کے شر اور دھوکے سے بچائے۔

سرسید احمد خان پر فتویٰ

سرسید مرحوم کے خلاف تکفیر و تفسیق کی جو مہم، طوفان بلا انگیز کی طرح اٹھی، اس کے متعلق، مولانا حالی نے حیات جاوید میں شرح وبسط سے لکھا ہے۔ اس کے جستہ جستہ فقرے ملاحظہ فرمائیے۔

(ان رسائل میں) سرسید کو ملحد۔ لامذہب۔ کرسٹان۔ نیچری۔ دہریہ۔ دجال اور کیا کیا خطاب دیئے گئے۔ ان کے کفر کے فتوؤں پر شہر شہر، اور قصبہ قصبہ کے مولویوں سے مہریں اور دستخط کرائے گئے۔ یہاں تک کہ جو لوگ سرسید کی تکفیر پر سکوت اختیار کرتے تھے ان کی بھی تکفیر ہونے لگی۔ (صفحہ 623)

مسلمانوں کے جتنے فرقے ہندوستان میں ہیں۔ کیا سنی کیا شیعہ۔ کیا مقلد کیا غیر مقلد۔ کیا وہابی کیا بدعتی۔ سب فرقوں کے مشہور اور غیر مشہور عالموں اور مولویوں کی ان فتوؤں پر مہریں یا دستخط ہیں...... مولوی عبدالحئیؒ صاحب مرحوم لکھنویؒ، جو علمائے فرنگی محل میں نہایت نامور تھے، مقفّٰی عبارت میں تحریر فرماتے ہیں۔ ''وجود شیطان اور جنات کا نصوص قطعی ہیں اور منکر اس کا شیطان ہے بلکہ اس سے بھی زائد، کیونکہ خود شیطان کو بھی اپنے وجود سے انکار نہیں...... اور وجودِ آسمان منصوص قرآنی ہے۔ منکر اس کا مبتلائے وسواس شیطانی ہے...... (یہ شخص) مخرب دین، ابلیس لعین کے وسوسہ سے صورت اسلام میں تخریب دین محمدیؐ کی فکر میں ہے اور بنام تجدید، مدرسہ جدیدہ افساد شریعت اس کی منظور نظر ہے۔ جو چیزیں اس کے نزدیک موجب تہذیب ہیں اہل سنت کے نزدیک باعث تخریب ہیں (صفحہ 629-627)

ایک فتویٰ مکہ معظّمہ سے منگوایا گیا جس پر ''مذاہب اربعہ'' کے مفتیوں نے مہریں لگائیں۔ اس میں لکھا تھا کہ

یہ شخص یا تو ملحد ہے یا شرع سے کفر کی کسی جانب مائل ہو گیا ہے۔ یا زندیق ہے کہ کوئی دین نہیں رکھتا۔ یا اباحتی ہے کیونکہ مغفتہ کا کھانا مباح بتاتا ہے اور اہل مذہب (حنفی) کے بیانات سے مفہوم ہوتا ہے کہ ایسے لوگوں کی توبہ گرفتاری کے بعد قبول نہیں ہوتی۔ پس اگر اس شخص نے گرفتاری سے پہلے توبہ کر لی اور ان گمراہیوں سے رجوع کی اور توبہ کی علامتیں اس سے ظاہر ہو گئیں تو قتل نہ کیا جائے، ورنہ اس کا قتل واجب ہے دین حق کی حفاظت کے لئے۔ (صفحہ 633)

علی گڑھ کالج کے متعلق

یہ مدرسہ جس کو خدا برباد اور اس کے بانی کو ہلاک کرے‘ اس کی اعانت جائز نہیں ہے اور اگر مدرسہ بن کر تیار ہو جائے تو اس کو منہدم کرنا اور اس کے بانی سے اور اس کے مددگاروں سے سخت انتقام لینا واجب ہے۔ اور ہر شخص پر جس میں حمیت اسلامی ہو‘ واجب ہے اس مدرسہ کی مخالفت‘ جہاں تک کہ قدرت ہو‘ اور ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ دل سے اس کا مخالف ہو۔ (صفحہ 634)

آپ سوچئے کہ اگر ان فتوؤں کے مطابق‘ اس وقت علی گڑھ کالج نہ بنتا۔ یا تباہ کر دیا جاتا‘ تو آج ہمارا کیا حشر ہوتا؟ کم از کم اتنا تو یقین ہے کہ پاکستان کی جداگانہ مملکت کبھی وجود میں نہ آتی۔ ہم ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ہندو کے غلام رہتے!

سرسیدؒ کا جواب

سرسید نے ان فتوؤں کا جو جواب دیا تھا‘ اس کا ایک ٹکڑا ملاحظہ فرمایئے۔ وہ لکھتے ہیں۔

ہم کو ملحد اور زندیق اور لا مذہب کہنا کچھ تعجب نہیں ہے۔ کیونکہ ہماری قوم نے خدائے واحد ذوالجلال کے سوا باپ دادا کے رسم و رواج کو اور اپنے قدیمی چال چلن کو دوسرا خدا مانا ہے اور پیغمبر آخر الزمان محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا اور بہت سے پیغمبر پیدا کئے ہیں‘ کتاب اللہ کے سوا انسانوں کی بنی ہوئی بہت سی کتابوں کو قرآن بنایا ہے اور ہم اس جھوٹے خدا اور فرضی پیغمبروں اور جعلی قرآنوں کو ایسا ہی برباد کرنے والے ہیں جیسے ہمارے جد امجد ابراہیم علیہ السلام اپنے باپ آزر کے بتوں کو توڑنے والے تھے۔ ہم سچے خدائے واحد ذوالجلال کا جلال اور سچے پیغمبر محمدؐ رسول اللہ کی نبوت اور سچی کتاب اللہ کی اطاعت دنیا میں قائم کرنی چاہتے ہیں۔ پر وہ لوگ ہم کو ملحد و زندیق و لا مذہب نہ کہیں اور نہ سمجھیں تو کیا کہیں اور کیا سمجھیں؟ کیونکہ

ہم ان کے خداؤں، پیغمبروں اور قرآنوں کو نہیں مانتے۔(حیات جاوید صفحہ 626)

بلکہ ہمارے نزدیک کفر کے ان فتوؤں کا جواب اس سے بہتر کوئی نہیں تھا جو سرسیدؒ نے اس ایک شعر میں دے دیا تھا کہ ۔

خدا دارم۔ دلے بریاں زعشق مصطفیٰؐ دارم
ندارد ہیچ کافر ساز و سامانے کہ من دارم

(خدا رکھتا ہوں اور عشقِ مصطفےٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) میں بریاں دِل رکھتا ہوں۔ کسی کافر کے پاس نہیں ہے جو ساز و سامان میں رکھتا ہوں۔)

قائداعظمؒ و اقبالؒ

سرسیدؒ نے تو پھر بھی مذہبی امور کے متعلق اپنے خیالات کا اظہار کیا تھا۔ ان حضرات نے قائداعظمؒ کو کافر اعظم کہہ کر پکارا تھا اور حکیم الامت علامہ اقبالؒ جیسے مردِ مومن پر بھی کفر کا فتویٰ صادر کیا گیا تھا۔

قرونِ اولیٰ کے بزرگانِ عظام پر کفر و ارتداد کے فتوے

ہمارے ہاں کافرگری کا یہ مشغلہ اسی زمانے کی پیداوار نہیں۔ ہماری بدقسمتی سے یہ مرض بہت پرانا ہے اور امت کے بزرگانِ عظام میں سے شاید ہی کوئی ہوگا جو اس کی زد سے بچ گیا ہو۔ اس سلسلہ میں بڑی لمبی چوڑی فہرست پیش کی جا سکتی ہے۔ لیکن ہم سمجھتے ہیں کہ اس مقصد کے لئے ذیل کے چند اسمائے گرامی کا درج کر دینا کافی ہوگا۔ (واضح رہے کہ ہم نے صحابہ کبارؓ کے نام اس فہرست سے عمداً خارج کر دیئے ہیں کیونکہ ہم اس کی جرأت نہیں کر سکتے) صحابہؓ کے بعد کے دور کے بزرگانِ کرام کے متعلق دیکھئے۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ

کی بہت بے ادبی ہوئی۔ بعض نے جاہل بعض نے بدعتی بعض نے زندیق اور بعض نے کافر

کہا۔ انکار کرنے پر عہدۂ قضا سے آپ پر سختی ہوئی...... آخر قید خانہ میں زہر دیئے گئے اور ماہ رجب 150ھ میں آپ نے وفات پائی۔ ابو یوسف ابن خالد نے آپ سے وتر کا مسئلہ پوچھا آپ نے فرمایا وتر واجب ہے تو یوسف بن خالد نے کہا کفرت یا ابو حنیفه

ابوعبداللہ امام محمد بن ادریس شافعیؒ

آپ کو ابلیس کہا گیا۔ رفض کی طرف نسبت کر کے قید کیا گیا۔ آپ کے مرنے کی دعائیں کی گئیں۔ یمن سے بغداد تک بے ادبی' بے حرمتی اور بے عزتی سے قید کر کے لے جایا گیا۔ وفات آپ کی رجب 204ھ میں ہوئی۔

حضرت امام احمد بن حنبلؒ

آپ بہت متقی اور پرہیز گار امام تھے۔ آپ کو اٹھائیس مہینے قید رکھا گیا۔ وزنی زنجیریں آپ کے پاؤں میں ڈالی گئیں۔ مجلسوں میں بلا کر ذلیل کئے گئے آپ کے منہ پر طمانچے مارے گئے اور تھوکا گیا۔ آپ کے ہمراہ ابوقیس زیادی' نصر بن شمیل مواریری' ابونصر' شار علی بن مقائل شبیر بن الوحیدی وغیرہ کو پولیس کی حراست میں رکھا گیا۔ ہر شام کو جیل خانہ سے نکال کر کوڑے مارے جاتے تھے۔ یہ سب کچھ قدم و خلق قرآن کے باعث ہوا۔

ابوعبداللہ امام مالک بن انسؒ

آپ مدینہ منورہ کے رہنے والے تھے آپ کو سخت اذیتیں دی گئیں آپ کی مشکیں اس بے دردی سے کسی گئی تھیں کہ آپ کا ہاتھ بازو سے اکھڑ گیا۔ آپ قید میں بھی رہے آپ کو کوڑے بھی لگائے گئے۔

امام محمد بن اسمٰعیل بخاریؒ

کو دیس سے نکالا گیا۔ خدا تعالیٰ کی زمین آپ پر تنگ کر دی گئی۔ اب تک آپ کو برا کہنے

والے مولوی موجود ہیں۔غرہ شوال 256ھ میں وفات پائی۔

(ازترجمہ فارسی مشکوۃ شیخ عبدالحق،ہدیہ مجددیہ۔صفحہ 73)

ابوعبدالرحمٰن امام نسائیؒ

کی مسجد میں بے حرمتی ہوئی اور ایسا مارا کہ آپ کی وفات اسی وجہ سے ہوئی۔سن وفات 303ھ (ازترجمہ مشکوۃ فارسی)

شیخ الاسلام محی الدین ابومحمد عبدالقادر الحسنی والحسینی الجیلانیؒ

کوفقہا نے کافر کہا

شیخ محی الدین ابن عربیؒ

جوشیخ اکبر کہلاتے ہیں ان کو کافر کہا گیا بلکہ حضرات مولویوں نے یہ فتویٰ دیا کہ **کفرہ اشد من کفرالیھود النصاری**۔مزید براں ان کے تمام گروہ پر تکفیر کا فتویٰ جاری کیا گیا۔حتیٰ کہ ان کے کفر پر شک کرنے والوں پر بھی کفر کا فتویٰ دیا گیا۔

مولانا جلال الدین رومیؒ۔مولانا عبدالرحمٰن جامیؒ۔شیخ فریدالدین عطارؒ

کو کافر کہا گیا اور جو شخص ان کو کافر نہ کہے اس کے متعلق بھی کفر کا فتویٰ دیا گیا۔

امام غزالیؒ

جیسے محقق کو کافر قرار دیا گیا اور ان کی کتابوں کو جلانا اور ان پر لعنت کرنا ثواب سمجھا گیا۔
(کتابوں کو جلوانا اور جلانے کے متعلق مطالبہ کرنا یہ پرانی رسم ہے)

امام ابن تیمیہؒ

کے متعلق شاہ مصر نے حاجی برہان الدین سے قتل کا فتویٰ طلب کیا۔

امام حافظ بن قیمؒ

کوقید کیا گیا۔ شہر بدر کیا گیا اور بے حد اذیتیں دی گئیں۔

امام ربانی مجدد الف ثانیؒ شیخ احمد فاروقیؒ

پر کفر کا فتویٰ دیا گیا۔ سخت بے ادبی کی گئی۔ مقصود یہ تھا کہ سجدۂ تعظیمی کے آپ قائل نہ تھے۔

شاہ ولی اللہ صاحب دہلویؒ

پر بدعتی اور گمراہی کا الزام لگایا گیا۔

حضرت سید احمد بریلویؒ

کو کافر ملحد کہا گیا۔

شاہ اسمٰعیل شہیدؒ

پر کفر کے فتوے مکہ مکرمہ کے مفتیوں سے لگوائے گئے۔

مولانا عبداللہ غزنویؒ

کو اعلائے کلمۃ الحق کی پاداش میں جلاوطن کیا گیا۔ اور درے لگائے گئے۔

فتوے کیوں لگتے تھے؟

فتوے لگانے کی متعدد وجوہات اور مختلف مقاصد ہوتے تھے۔ مثلاً

(1) سیاسی مقاصد۔ جب کوئی بادشاہ یا حاکم کسی بڑی شخصیت کی طرف سے اپنے لئے خطرہ محسوس کرتا اور اسے اس کا بھی اندیشہ ہوتا کہ اس پر ویسے ہاتھ ڈالنے سے رعایا بگڑ جائے گی تو اس کے خلاف کفر اور ارتداد کا فتویٰ حاصل کر لیا جاتا اور اس طرح اس کانٹے کو نہایت آسانی سے راستے سے نکال دیا جاتا۔ یا جو شخص، بادشاہ وقت سے مختلف عقیدہ رکھتا اسے ذبح کر دیا جاتا۔ مثلاً

دوسری صدی ہجری میں جعد بن درہم نے یہ کہا کہ قرآن مخلوق ہے۔اس پر کفر کا فتویٰ لگا دیا گیا۔ اور خالد بن عبداللہ والئی عراق نے اسے' عیدالاضحیٰ کے دن' بطور قربانی ذبح کیا۔ اس کے بعد حالات نے پلٹا کھایا اور مامون الرشید خود قرآن کے مخلواق ہونے کا قائل ہوگیا۔ اب دوسرے گروہ پر کفر کے فتوے لگنے شروع ہوگئے اور امام احمد بن حنبلؒ جیسی شخصیت کو جس طرح قید و بند کی اذیتیں پہنچائی گئیں ان کے تصور سے روح کانپتی ہے۔ خلیفہ واثق نے احمد بن نصر کو اس عقیدہ کی بناء پر خود اپنے ہاتھ سے قتل کیا اور اس کے جسم کو سولی پر لٹکا دیا گیا اس کے کان میں ایک رقعہ رکھ دیا گیا جس میں لکھا تھا۔

> یہ احمد بن نصر مشرک اور گمراہ کا سر ہے جس کو امیر المومنین نے بغرض تقرب اپنے ہاتھ سے قتل کیا ہے۔

تاریخ اس قسم کے واقعات سے بھری پڑی ہے۔

(2) جب دین فرقوں میں بٹ جائے تو ہر فرقہ کی کوشش ہوتی ہے کہ وہ زیادہ سے زیادہ مضبوط اور غالب رہے۔ فرقہ کو مضبوط رکھنے کے لئے اتنا ہی کافی نہیں ہوتا کہ اس کی افضلیت اور حقانیت کو ثابت کیا جائے۔ بلکہ یہ بھی ضروری ہوتا ہے کہ دوسرے فرقوں کی طرف سے نفرت دلائی جائے۔ اس طرح فرقوں کی باہمی کشمکش شروع ہوتی اور جاری رہتی ہے۔ اسے قرآن کریم نے **بَغۡيًۢا بَيۡنَهُمۡ‌ۚ** سے تعبیر کیا ہے (2:213) یعنی ایک دوسرے کی ضد سے مخالفت کرنا۔ ایک فرقہ' دوسرے فرقے کے خلاف کفر کا فتویٰ اسی مقصد کے لئے لگاتا ہے۔

(3) افراد کے خلاف کفر کے فتوے کا جذبہ حسد ہوتا ہے۔ چنانچہ امام غزالیؒ اپنے ایک رسالہ میں لکھتے ہیں کہ

> جس شخص پر لوگ حسد نہ کریں اسے حقیر جان۔ اور جس کو کافر اور گمراہ نہ کہیں اس کو ناچیز سمجھ (بحوالہ حیات جاوید' صفحہ 637)

چنانچہ جن افراد پر کفر کے فتوے لگے ہیں' آپ دیکھیں گے کہ وہ اپنے دور کی ممتاز شخصیتیں تھیں اور

ان کا جرم یہی تھا کہ وہ اپنے ہم عصروں سے کہیں آ گے تھے۔ مذہبی پیشوائیت صرف ان لوگوں سے راضی رہ سکتی ہے جن کی ذہنی سطح ان سے نیچی یا (زیادہ سے زیادہ) ان کے برابر ہو۔ یعنی جو' یا تو آنکھیں بند کر کے ان کے پیچھے پیچھے چلتا جائے یا انہی جیسا سوچے اور انہی کی سطح پر بات کرے۔ جونہی کسی نے ان سے بلند سطح پر سوچنا شروع کیا' ان کے دل میں حسد کے جذبات ابھرے۔ کفرو ارتداد کے فتوے انہی جذبات حسد و بغض کے مظاہرے ہوتے ہیں۔ آپ اس فہرست پر نگاہ ڈالئے جو اوپر دی گئی ہے۔ آپ دیکھیں گے کہ وہ شخصیتیں' اپنے ہم عصروں کے مقابلہ میں کس قدر بلند تھیں اور ان کی بلندی کا ثبوت یہ ہے کہ آج (مثلاً) امام اعظمؒ۔ امام ابن تیمیہؒ۔ شاہ ولی اللہؒ۔ سرسیدؒ۔ اقبالؒ کا نام تاریخ کے صفحات پر درخشندہ موتیوں کی طرح چمکتا ہے اور جن لوگوں نے ان کے خلاف کفر کے فتوے لگائے تھے انہیں کوئی جانتا پہچانتا بھی نہیں۔

کن باتوں پر کفر کا فتویٰ لگایا جاتا ہے

جیسا کہ پہلے لکھا جا چکا ہے' قرآن کریم نے مومن ہونے کے لئے یہ مطالبہ کیا ہے کہ وہ شخص (اللہ۔ انبیاء۔ کتب۔ ملائکہ اور آخرت) پر ایمان رکھے۔ آپ کے دل میں یہ خیال گزرتا ہوگا کہ جن لوگوں پر کفر کے فتوے لگائے جاتے ہیں وہ ان اجزائے ایمان میں سے کسی کا انکار کرتے ہوں گے! بالکل نہیں۔ یہ حضرات خدا کی ہستی پر ایمان رکھتے تھے۔ قرآن کریم سے پہلے کی تمام آسمانی کتابوں ں پر ایمان رکھتے تھے اور قرآن کو خدا کی آخری کتاب مانتے تھے۔ نبی اکرمؐ سے پہلے کے تمام انبیاء کرامؑ پر ایمان رکھتے تھے' اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا کا آخری نبی مانتے تھے۔ ملائکہ اور مرنے کے بعد کی زندگی پر ایمان رکھتے تھے۔ اس کے بعد آپ یقیناً حیران ہوں گے کہ وہ کون سی باتیں ہیں جن کی بناء پر ان کے خلاف کفر کے فتوے لگ جاتے تھے۔ سنئے کہ وہ کون سی باتیں ہیں مثلاً

(1) اگر کوئی کہے کہ میں نے اللہ تعالیٰ کو خواب میں دیکھا تو وہ کافر ہے۔

(2) اگر کہے کہ معدوم شے اللہ کو معلوم نہیں تو کافر۔

(3) اگر کہے کہ میں جنوں سے معلوم کر کے خبر دیتا ہوں تو کافر۔

(4) اگر کہے مجھے معلوم نہیں کہ آدم علیہ السلام نبی تھے یا نہیں تو کافر۔

(5) اگر حضرت ابوبکرؓ کی خلافت کا انکار کرے تو کافر۔

(6) اگر کسی کافر نے مسلمان سے کہا کہ مجھ پر اسلام پیش کر اس نے کہا کہ فلاں مولوی کے پاس جا تو کافر ہو گیا۔ (فقہ اکبر مطبعہ مصر صفحہ 164)

(7) اگر کسی مسلمان سے کہا گیا کہ کیا تو مومن ہے اس نے کہا مجھے معلوم نہیں تو کافر۔

(8) جس نے کسی عالم سے بغیر سبب ظاہری کے بغض رکھا وہ کافر ہے۔

(9) استخفاف علماء بالاتفاق علماء کفر ہے۔ (صفحہ 1560 فقہ اکبر)

(10) جس مسلمان نے (بطور ڈرامہ) اپنے آپ کو معلم اور استاد بنا لیا اور پھر ہاتھ میں سونٹا لے کر بچوں کو مارا کافر ہو گیا۔

(11) اگر کسی مسلمان نے دوسرے مسلمان سے کہا کہ چلو، فلاں مجلس وعظ میں چلیں۔ اس نے کہا جو باتیں وہاں مولوی صاحب بتاتے ہیں ان پر عمل کون کر سکتا ہے۔ یا کہا مجھے ایسی مجلس سے کیا تعلق؟ تو کافر ہو گیا۔

(12) اگر کسی نے کسی کو کہا تو مجلس وعظ میں نہ جا اگر جائے گا تو تیری بیوی تجھ پر حرام ہو جائے گی یا اسے طلاق ہو جائے گی۔ اگر ہنسی کے طور پر ایسا کہا تو کافر ہو گیا۔

(13) اگر کسی عورت نے کسی عالم خاوند پر لعنت کی تو کافر ہو گئی۔

(14) جس نے کسی عالم کو عویلم (یعنی چھوٹے مولوی صاحب یا مولوی شولوی) کہہ دیا تو کافر ہو گیا۔ (صفحہ 157 فقہ اکبر)

(15) اگر کسی نے کسی دوسرے سے کہا خدا کے واسطے یہ کام کر اس نے کہا نہیں کرتا تو کافر ہو گیا۔ (صفحہ 147)

(16) علم اور علماء سے ہنسی کرنا کفر ہے۔

(17) اگر کوئی اپنے غیر مسلم استاد کو یعنی (مجوسی یا ہندو وعیسائی ماسٹر کو) عزت کے طور پر استاذی یعنی اے میرے استاد کہہ دے تو کافر ہو جائے گا۔ (جیسا کہ صلوٰۃ ظہیریہ میں ہے)

(18) اگر کوئی ذمی کی ٹوپی اپنے سر پر رکھے اور اس سے اس کی غرض گرمی سردی دور نہ کرنا ہو تو کافر۔

(19) اگر کوئی ٹیچر یا ماسٹر کہے کہ یہود (یعنی غیر مسلم ہندو وغیرہ) مسلمانوں سے بہت اچھے ہیں کیونکہ وہ اپنے استادوں کا حق ادا کرتے ہیں تو کافر۔

(20) اگر کہے عیسائیت یہودیت سے اچھی ہے تو کافر۔

(21) اگر کہے عیسائیت مجوسیت سے اچھی ہے تو کافر۔

(22) اگر کہے ایمان بڑھتا ہے اور گھٹتا ہے تو کافر۔

(نوٹ) مندرجہ بالا حوالہ جات کے لئے دیکھو کتب معتبرہ خیرہ الخیرہ، فتح الخلائق، بحرالرائق، ہدیہ مجددیہ وغیرہ

غرضیکہ اس داستان کو کہاں تک طول دیا جائے۔

جو کچھ گذشتہ صفحات میں لکھا گیا ہے آپ اس پر غور کیجئے اور پھر سوچئے کہ کوئی مسلمان بھی ایسا ہے جو ان فتوؤں کی رو سے کافر نہیں قرار دیا جاسکتا۔ ان حالات میں اگر

پرویز صاحب پر کفر کا فتویٰ

لگ گیا ہے تو اس میں کون سی تعجب کی بات ہے۔ اس امت میں شروع سے آج تک کفر کے فتوے سے بچا کون ہے۔

ایک اہم سوال

پرویز صاحب کے خلاف جو فتویٰ شائع کیا گیا ہے اس میں کہا گیا ہے کہ اس پر ہر مکتب فکر

کے علماء دین۔ دیو بندی۔ بریلوی۔ اہلحدیث۔ سنی۔ شیعہ۔ سب متفق ہو چکے ہیں۔ یہاں سے ایک اہم سوال سامنے آتا ہے ہم دیکھ چکے ہیں کہ دیو بندی۔ بریلوی۔ اہلحدیث۔ سنی۔ شیعہ میں سے ہر ایک فرقہ پر (دوسرے تمام فرقوں کی طرف سے) کفر کا فتویٰ لگ چکا ہے۔ سوال یہ ہے کہ

(1) اگر کسی شخص یا فرقہ پر کفر کا فتویٰ لگنے سے وہ واقعی کافر ہو جاتا ہے' تو یہ حضرات جنہوں نے موجودہ فتویٰ شائع کیا ہے سب کے سب (ان فتوؤں کے مطابق جو ان پر لگ چکے ہیں) کافر قرار پا چکے ہیں۔ تو جو لوگ خود ''کافر'' ٹھہرائے جا چکے ہوں وہ کسی دوسرے کے کفر و ایمان کا فیصلہ کرنے کا کیا حق رکھتے ہیں۔ وہ پہلے اپنے آپ کو تو مسلمان ثابت کریں؟ اور

(2) اگر ان فتوؤں کے باوجود یہ حضرات مسلمان ہیں اور ان فتوؤں سے ان کے ایمان اور اسلام کا کچھ نہیں بگڑا' تو ان کے فتوے سے دوسرا شخص کس طرح کافر ہو سکتا ہے! جس طرح ان فتوؤں کے باوجود یہ حضرات مسلمان کے مسلمان ہیں' اسی طرح' ان کے فتوے کے باوجود' پرویز صاحب اور ان کے ہم خیال بدستور مسلمان ہیں۔

ایک اور سوال

اس سے بھی بڑھ کر ایک اور سوال سامنے آتا ہے اور وہ یہ کہ ان حضرات کو (یا کسی اور کو) یہ اتھارٹی کہاں سے مل جاتی ہے کہ وہ کسی کے کفر اور اسلام کا فیصلہ کریں؟ ''علماء'' کے معنی یہ ہیں کہ انہوں نے کسی مذہبی مدرسہ سے کچھ کتابیں پڑھی ہیں تو کیا ان کتابوں کے پڑھ لینے سے کسی کو یہ حق حاصل ہو جاتا ہے کہ وہ جسے جی چاہے کافر قرار دے دے؟ باقی رہے مفتی۔ سو اسلامی سلطنت میں یہ ایک منصب تھا جس پر کوئی شخص حکومت کی طرف سے تعینات ہوتا تھا۔ اس کے علاوہ کوئی مفتی نہیں ہوتا تھا۔ جس طرح آج کل ایڈووکیٹ جنرل یا اٹارنی جنرل حکومت کی طرف سے تعینات ہوتے ہیں اور ہر وکیل اپنے آپ کو نہ ایڈووکیٹ جنرل وغیرہ قرار دے سکتا ہے اور نہ ہی اس منصب کے فرائض سر انجام دے سکتا ہے۔ مفتی کی حیثیت مشیر قانون کی ہوتی تھی۔ اس کا کام صرف مشورہ یا رائے دینا تھا۔ فیصلہ کرنا نہیں تھا۔ فیصلہ حکومت خود کرتی تھی یا اس کی طرف سے

مقرر کردہ قاضی۔ اب نہ وہ حکومتیں باقی ہیں نہ ان کی طرف سے مقرر کردہ مفتی۔ لیکن یہ حضرات ابھی تک اپنے آپ کو انہی معنوں میں مفتی سمجھتے ہیں اور صرف مفتی کے فرائض ہی سرانجام نہیں دیتے' بلکہ قاضی کی حیثیت سے فیصلے بھی صادر کرتے ہیں۔

اصل جرم کیا ہے؟

ایک اور سوال بھی قابل غور ہے۔ ایک غیر مسلم جب اسلام لانا چاہتا ہے تو اس سے صرف اس کا اقرار لیا جاتا ہے کہ وہ

اللہ۔ ملائکہ۔ انبیاء۔ کتب اور آخرت

پر ایمان لاتا ہے۔ اس اقرار سے وہ مسلمان ہوجاتا ہے۔ مسلمان ہونے کے بعد وہ اسلام کے متعلق کچھ علم حاصل کرتا ہے۔ کچھ غور وفکر کرتا ہے پھر وہ اس نتیجہ پر پہنچتا ہے کہ (مثلاً) ملائکہ سے مراد یہ ہے۔ آخرت کا مفہوم کچھ اس قسم کا ہے۔ وغیرہ وغیرہ' لیکن اس سے اس پر کفر کا فتویٰ لگا دیا جاتا ہے حالانکہ جن امور کو ماننے سے وہ کافر سے مسلمان ہوا تھا' انہیں وہ اب بھی مانتا ہے۔ اس غور وفکر سے وہ اس مقام سے آگے بڑھا ہے۔ پیچھے نہیں ہٹا۔ لیکن اس وقت وہ مسلمان تھا اور اب وہ کافر ہوگیا۔ گویا جب وہ اسلام کے متعلق کچھ نہیں جانتا تھا تو وہ مسلمان تھا' اور جب اس نے اسلام کے متعلق کچھ سیکھا اور اس پر غور وفکر کیا تو وہ کافر ہوگیا' حالانکہ اس نے ان اجزائے ایمان میں نہ کسی قسم کی تخفیف کی ہے' نہ ان میں اضافہ کیا ہے۔ آپ یہ کہہ سکتے ہیں کہ آپ اس کے غور وفکر کے نتائج سے متفق نہیں' وہ آپ کے نزدیک غلط ہیں۔ لیکن سمجھ میں نہیں آتا کہ وہ اس سے کافر کیسے ہوگیا۔

اور پیدائشی مسلمان سے کبھی اتنا اقرار بھی نہیں لیا جاتا جتنا نومسلم سے لیا جاتا ہے۔ نہ ہی اس سے کبھی یہ پوچھا جاتا ہے کہ وہ ملائکہ کو کس انداز سے مانتا ہے اور آخرت کے متعلق کیا سمجھتا ہے۔ ان میں سے بھی جو کبھی ان امور پر غور وفکر کرنے لگے اس پر کفر کے فتوے لگتے ہیں۔

آپ نے دیکھا کہ یہ ساری مصیبت اس پر آتی ہے جو دین میں غور وفکر کرنے لگے۔کافر وہی بنتا ہے۔اگر کوئی ایسا نہ کرے تو ان حضرات کو اس کے خلاف کوئی شکایت نہیں ہوتی۔ وہ مسلمان کا مسلمان رہتا ہے خواہ وہ خدا' رسول' وحی' آخرت سب کا انکار کر دے۔مثلاً کمیونسٹ ان تمام اجزائے ایمان کا انکار کرتے ہیں (اور مسلمان بھی کہلاتے ہیں) لیکن ہم نے آج تک نہیں دیکھا کہ ہمارے علماء کرام نے ان کے خلاف کفر کا فتویٰ صادر کیا ہو۔(2) وقس علیٰ ہذا۔اس سے آپ نے اندازہ لگالیا ہوگا کہ یہ حضرات کفر کا فتویٰ کس پر صادر فرماتے ہیں اور کیوں ایسا کرتے ہیں۔

کتنے مسلمان بنائے

جیسا کہ ہم شروع میں بتا چکے ہیں' نبی اکرمؐ (اور صحابہ کبارؓ) نے ہزار مصیبتیں اٹھا کر اور لاکھ تکلیفیں جھیل کر' کافروں کو مسلمان بنایا اور یہی دین کی خدمت تھی۔ یہ حضرات جو بیک جنبش قلم وحرکت زبان' ہزاروں' لاکھوں مسلمانوں کو کافر بنا دیتے ہیں' ان سے پوچھئے کہ انہوں نے ساری عمر میں کتنے کافروں کو مسلمان بنایا۔کافروں کو مسلمان بنانے کے لئے بڑی محنت درکار ہوتی ہے۔ مسلمان کو کافر قرار دینے میں لگتا ہی کیا ہے؟ اس لئے ان حضرات کے نزدیک جہاد نام ہے مسلمانوں کو کافر قرار دینے کا۔اے کاش! ان تک کوئی اقبالؒ کا یہ پیغام پہنچا سکتا کہ

نشہ پلا کے گرانا تو سب کو آتا ہے
مزہ تو جب ہے کہ گرتوں کو تھام لے ساقی

مسلمان کسے کہتے ہیں

کسی کافر کو مسلمان بنانا تو ایک طرف' یہ حضرات تو اتنا بھی نہیں بتا سکتے کہ مسلمان کہتے کسے ہیں؟ پرویز صاحب کے خلاف فتوے میں کہا گیا ہے کہ ان کے کفر پر ایک ہزار علماء کرام متفق اور متحد ہیں۔لیکن جب انہی علماء کرام سے ''منیر تحقیقاتی کمیٹی'' نے یہ پوچھا کہ ''مسلمان کسے کہتے ہیں'' تو ان میں سے بہت سے تو کوئی جواب ہی نہیں دے سکے' اور جنہوں نے جواب دیا' ان میں سے کسی

ایک کا جواب دوسرے سے نہیں ملتا تھا۔ چنانچہ ان کے جوابات کی روشنی میں کمیٹی نے لکھا کہ

یہ جوابات کسی تبصرہ کے محتاج نہیں۔ سوائے اس کے کہ ان فاضل علماء میں سے کوئی دو بھی اس اصولی مسئلہ کے جواب میں متفق نہیں ہیں (کہ مسلمان کسے کہتے ہیں)۔ اگر ہم اپنی طرف سے مسلمان کی کوئی تعریف پیش کریں اور وہ تعریف ان علماء کے فرمودات سے مختلف ہو تو ہم فوراً دائرہ اسلام سے خارج سمجھے جائیں گے۔ اور اگر ہم ان علماء کی بیان کردہ تعریف میں سے کسی ایک کو صحیح تسلیم کرلیں تو ہم صرف اس عالم کے نزدیک مسلمان ٹھہریں گے۔ باقی تمام کے نزدیک کافر قرار پا جائیں گے۔ (صفحہ 218)

ان فتووں کا اثر

وہ فرقہ جس کے خلاف کفر کا فتویٰ دیا جاتا ہے' کافر تو نہیں ہو جاتا' لیکن اس سے ملک کا امن ضرور تباہ ہو جاتا ہے۔ فتویٰ صادر کر کے عوام کے جذبات کو مشتعل کر دیا جاتا ہے۔ اس سے ہنگامے برپا ہوتے ہیں' فساد کھڑے ہو جاتے ہیں۔ ملت کے ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتے ہیں۔ بھائی سے بھائی اور باپ سے بیٹا جدا ہو جاتا ہے۔ اس لئے کہ سیدھے سادے عوام سچ مچ سمجھ لیتے ہیں کہ اس فرقے کے لوگ کافر اور مرتد ہو گئے ہیں۔ فتوے میں لکھا ہوتا ہے۔

(1) ان کی بیویاں ان پر حرام ہو چکی ہیں۔

(2) ان کے ساتھ بیاہ شادی حرام ہے۔

(3) ان کے ساتھ ملنا جلنا۔ اٹھنا بیٹھنا۔ کھانا پینا۔ معاشرتی روابط رکھنا۔ سب ناجائز ہیں۔

(4) ان کی نماز جنازہ نہیں پڑھی جا سکتی۔

(5) انہیں مسلمانوں کے قبرستان میں دفن نہیں کیا جا سکتا۔

(6) یہ واجب القتل ہیں۔

غور کیجئے کہ جب عوام بچارے ان امور کو شریعت کا فیصلہ سمجھ کر ان پر عمل کرنے لگ جائیں تو ملک اور ملت کی حالت کیا ہو جائے گی! لیکن جب یہ ہنگامے فرو ہو جاتے ہیں تو خود وہ حضرات جنہوں نے اس قسم کا فتویٰ دیا تھا' ان لوگوں کے ساتھ جن کے خلاف یہ فتویٰ دیا گیا تھا' اسی طرح ملتے جلتے ہیں۔ ان کی شادی بیاہ میں شریک ہوتے ہیں۔ ان کی نماز جنازہ پڑھتے ہیں۔ وہ بدستور مسلمانوں کے قبرستان میں دفن ہوتے ہیں۔ یعنی ان فتوؤں کا عملی نتیجہ' سوائے ہنگامے برپا کرنے اور مسلمانوں کو مسلمانوں کے ساتھ لڑانے کے کچھ نہیں ہوتا۔ آپ سوچئے کہ جس قوم میں یہ صورتِ حالات مسلسل جاری رہے' اس کا حشر کیا ہو گا؟

اس فتوے بازی اور کافرگری نے امت کے ساتھ کیا کیا ہے' اس کے لئے ہم مودودی صاحب کے اس اقتباس کو دہرا دینا کافی سمجھتے ہیں جسے شروع میں درج کیا جا چکا ہے۔ وہ اپنی کتاب ''تفہیمات' حصہ دوم میں فتنہ تکفیر'' کے عنوان سے لکھتے ہیں۔

> مسلمانوں کے دور انحطاط میں جہاں اور بہت سے فتنے پیدا ہوئے ہیں وہاں ایک بڑا اور خطرناک فتنہ ایک دوسرے کو کافر اور فاسق ٹھہرانے اور ایک دوسرے پر لعنت کرنے کا بھی ہے۔ لوگوں نے اسلام کے سیدھے سادھے عقائد میں موشگافیاں کیں اور قیاس و تاویل سے ان کے اندر بہت سے ایسے فروع اور جزئیات پیدا کر لئے جو ایک دوسرے سے مختلف اور متضاد تھے اور جن کی کوئی تصریح کتاب و سنت میں نہ تھی' یا اگر تھی بھی تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ نے ان کو کوئی اہمیت نہ دی تھی۔ پھر ان اللہ کے بندوں نے (اللہ انہیں معاف فرمائے) اپنے وضع کردہ فروعی مسائل کے ساتھ اتنا اہتمام کیا کہ انہی پر ایمان کا مدار ٹھہرا دیا ان کی بنیاد پر اسلام کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا' بیسیوں فرقے بنا دیئے اور ہر فرقے نے ایک دوسرے کو کافر' فاسق' گمراہ' دوزخی اور خدا جانے کیا کیا کہہ ڈالا۔ حالانکہ کفر و اسلام کے درمیان اللہ تعالیٰ نے کتاب مبین میں ایک واضح خط امتیاز کھینچ دیا تھا اور کسی کو یہ حق نہ دیا تھا کہ

اپنے اختیار سے جس چیز کو چاہے کفر اور جسے چاہے اسلام ٹھہرائے۔ اس فتنے کی محرک خواہ تنگ نظری ہو نیک نیتی کے ساتھ' یا خود غرضی اور حسد اور نفسانیت ہو بدنیتی کے ساتھ' بہرحال اس نے مسلمانوں کی جماعت کو جتنا نقصان پہنچایا ہے' شاید کسی اور چیز نے نہیں پہنچایا۔ (3)

ایک آئینی سوال

لیکن اب اس سوال نے ایک آئینی حیثیت اختیار کر لی ہے۔ آئین پاکستان میں یہ درج ہے کہ مملکت پاکستان کے صدر کے لئے مسلمان ہونا ضروری ہے۔ اب ظاہر ہے کہ اس عہدہ کے لئے جو شخص بطور امیدوار کھڑا ہو۔

(1) وہ اگر شیعہ ہے تو (ان حضرات کے فتوے کی رو سے' وہ) سُنیوں کے نزدیک مسلمان نہیں۔

(2) اگر سنی ہے تو شیعہ حضرات کے نزدیک مسلمان نہیں۔

(3) اگر مقلد ہے تو غیر مقلد اسے مسلمان تصور نہیں کریں گے۔

(4) اگر غیر مقلد ہے' تو وہ مقلدین کے نزدیک مسلمان نہیں ہوگا۔

(5) اگر دیوبندی عقیدہ کا ہے' تو بریلوی اسے مسلمان نہیں سمجھیں گے اور اگر

(6) بریلوی خیال کا ہے' تو دیوبندی اسے مسلمان تسلیم نہیں کریں گے۔ **وقس علی ھذا**

اب سوال یہ ہے کہ (اگر ان فتاویٰ کی واقعی کوئی حیثیت ہے' تو) اس بات کا فیصلہ کس طرح سے ہوگا کہ وہ امیدوار' مسلمان ہونے کی آئینی شرط پر پورا اترتا ہے۔ یا نہیں؟

''منیر کمیٹی'' نے اس نکتہ کو اس سے بھی آگے بڑھایا تھا۔ اس نے اپنی رپورٹ میں لکھا تھا کہ جس فرقہ کو کافر ٹھہرایا جاتا ہے' اس سے وابستہ افراد کو واجب القتل بھی قرار دیا جاتا ہے'' اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ

اگر (مثلاً) مولانا ابوالحسنات یا رضا احمد خان، رئیس مملکت ہو جائیں تو وہ مولانا محمد شفیع صاحب (دیوبندی) یا مولانا داوٴد غزنوی صاحب (اہلحدیث) کے قتل کا حکم صادر فرمائیں گے اور اگر مولانا محمد شفیع صاحب رئیس مملکت ہو گئے تو وہ ان تمام لوگوں کو جو دیوبندیوں کو کافر قرار دیتے ہیں، واجب القتل قرار دے دیں گے...... یعنی شیعہ۔ سنی۔ دیوبندی۔ اہلحدیث۔ بریلوی میں سے جس جماعت کے ہاتھ میں اقتدار ہو گا، اس کے نزدیک باقی سب واجب القتل ہوں گے۔ (صفحہ 219)

ہم قوم کے اہل فکر طبقہ سے، جنہوں نے (اور جن کی آنے والی نسلوں نے) اس ملک میں زندگی گزارنی ہے، دریافت کرنا چاہتے ہیں کہ کیا یہ مسئلہ ایسا نہیں جس پر نہایت سنجیدگی سے غور کرنے اور ایسی تدابیر اختیار کرنے کی ضرورت ہے جس سے ملک اس قسم کے آئے دن کے انتشار سے محفوظ رہے اور مسلمانوں میں نفرت، عداوت اور تفرقہ کے بجائے، محبت، اخوت اور اتحاد کی فضا پیدا ہو۔ اسی سے ہمارے پنپنے کی شکل پیدا ہو سکتی ہے۔ ورنہ ان فتوے بازیوں اور دشنام طرازیوں نے تو امت کو تباہ کر رکھا ہے۔

بیا تا کار ایں امت بسازیم قمار زندگی مردانہ بازیم
چناں نالیم اندر مسجد شہر کہ دل در سینۂ ملا گدازیم
(اقبالؒ)

(آوٴ اِس اُمت کی بگڑی سنواریں اور مردانہ وار زندگی کی بازی لگائیں۔ شہر کی مسجد میں اس طرح سے روئیں اور گریہ وزاری کریں کہ مُلاّ کے سینے میں پتھر دِل موم ہو جائے۔ (یعنی اُسے اس اُمت کی حالت پر رحم آ جائے۔)

(1) ہم نے ان فتووٴں میں سے بیشتر کو، محترم پیر رشید الدولہ صاحب، سجادہ نشین حضرت شاہ دولہ صاحب، گجرات کے ایک مقالہ سے لیا ہے، جسے ادارہٴ ملیہ ہندیہ، اچھرہ لاہور، نے شائع کیا تھا اور جس کا عنوان تھا ''کفر زار اسلام''، یعنی مولوی کا غلط مذہب نمبر 10 ''۔ حوالے بھی وہیں سے نقل

کئے گئے ہیں۔اس کے لئے ہم پیر صاحب کے شکر گزار ہیں۔

(2) طلوع اسلام نے بار بار اس امر کا اعلان کیا ہے کہ کوئی کمیونسٹ مسلمان نہیں ہوسکتا۔ نہ کوئی مسلمان کمیونسٹ ہوسکتا ہے لیکن ہمارے علماء کی طرف سے ایسا فتویٰ کبھی دیکھنے میں نہیں آیا۔

(3) جہاں تک پرویز صاحب کے خلاف کفر کے فتویٰ کا تعلق ہے‘ اس میں مودودی صاحب کے دستخط نہیں۔لیکن انہوں نے کہا ہے کہ اس سے یہ نہ سمجھ لیا جائے کہ وہ اس باب میں علماء سے متفق نہیں۔ یا اس اقدام پر علماء کو مطعون کیا جا سکتا ہے یعنی ایک طرف مودودی صاحب یہ بھی کہہ رہے ہیں کہ اس تکفیر و تفسیق نے مسلمانوں کی جماعت کو اس قدر نقصان پہنچایا ہے......اور دوسری طرف ان لوگوں کی تائید و تحسین بھی کر رہے ہیں جو دوسروں پر کفر کے فتوے لگا کر مسلمانوں کی جماعت کو اس قدر نقصان پہنچا رہے ہیں۔

معشوقِ ما بہ شیوۂ ہر کس برابراست
باما شراب خورد و بہ زاہد نماز کرو

(ترجمہ: ہمارا معشوق ہر ایک کے شیوہ کا ساتھ دیتا ہے۔ ہمارے ساتھ بیٹھ کر شراب پیتا ہے اور زاہد کے ساتھ نماز بھی ادا کرتا ہے۔)

پرویز صاحب اور مولانا مفتی محمد شفیع صاحب کے

مابین خط و کتابت

پرویز صاحب کا مکتوب

محترم مولانا مفتی محمد شفیع صاحب کے نام

باسمہ تعالیٰ

B-25، گلبرگ 2، لاہور

20 فروری 1962ء

محترمی مفتی صاحب السلام علیکم

مجھے ایک پمفلٹ موصول ہوا ہے جس کا عنوان ہے:

علمائے امت کا متفقہ فتویٰ

پرویز کافر ہے

اس پمفلٹ کے تمہیدی بیان کے متعلق پمفلٹ میں لکھا ہے کہ وہ آپ کا تحریر فرمودہ ہے۔ اس تمہیدی بیان کے آخر میں آپ نے لکھا ہے کہ:

> علماء کو کوئی خوشی نہیں کہ کسی مدعیٔ اسلام کے بارے میں اس کے خلاف کوئی رائے رکھیں۔ بلکہ فقہاء کی اس معاملہ میں انتہائی احتیاط ہر قدم پر ان کے سامنے ہے۔ مگر مجبور ہو کر یہ قدم اٹھانا پڑا ہے اور پھر بھی ہم یہ اعلان کرتے ہیں کہ ہم سے کسی اقتباس کے اخذ کرنے میں کوئی فروگذاشت ہو یا پرویز صاحب کا مفہوم ہم نے کسی جگہ غلط سمجھا ہو تو ہمیں مطلع فرمایا جاوے۔ ہم شکریہ کے ساتھ اس پر غور کریں گے۔

میں یہ عریضہ آپ کے بیان کے اسی آخری حصے کے سلسلے میں ارسال خدمت کر رہا ہوں۔

2 — میں سب سے پہلے یہ دریافت کرنے کی جرأت کرنا چاہتا ہوں کہ کیا یہ ضروری نہیں تھا کہ جب یہ اقتباسات اخذ کئے گئے تھے اور ان سے کچھ مفہوم مستنبط کیا گیا تھا، تو قبل اس کے کہ ان پر فتویٰ لیا جاتا اور اس فتوے کی اس طرح عام اشاعت کی جاتی، مجھ سے دریافت کر لیا جاتا کہ کیا یہ اقتباسات صحیح طور پر اخذ کئے گئے ہیں اور جو مفہوم تمہاری طرف منسوب کیا گیا ہے وہ صحیح ہے؟ کیا یہ عجیب انداز نہیں کہ پہلے فتویٰ صادر کر دیا جائے اور اس کے بعد پوچھا جائے کہ کیا ہم نے صحیح بنیادوں پر فتویٰ صادر کیا ہے؟

3 — مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ میری تحریروں سے ایک ایک آدھ آدھ فقرہ ادھر ادھر سے اخذ کر لیا گیا ہے اور انہیں ''مکروہ اقتباسات'' کہہ کر پیش کر دیا گیا ہے۔ پھر ان منتشر ٹکڑوں سے جو مفہوم مرتب کیا گیا ہے وہ بے حد غلط اور گمراہ کن ہے۔

4 — اب جبکہ آپ فتویٰ صادر فرما چکے ہیں اور اس کی اس طرح سے عام اشاعت بھی کر چکے ہیں تو اس کے بعد میری طرف سے وضاحت کیا مفید نتیجہ پیدا کر سکتی ہے؟ بایں ہمہ اگر آپ اس کا ذمہ لیں کہ جن مقامات پر یہ فتویٰ بھیجا گیا ہے وہاں میرا بیان بھی بھجوا دیا جائے گا تو میں ان تمام شقوں کے متعلق جن پر یہ فتویٰ شائع کیا گیا ہے اپنی تحریروں کے مکمل اقتباسات اور ان کا صحیح مفہوم ارسال خدمت کر دوں گا۔

5 — سر دست میں اتنا عرض کر دینا کافی سمجھتا ہوں کہ قرآن کریم نے اس شخص کو مومن کہا ہے۔

مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ ۚ (2:177)

میں ان تمام امور پر ان تصریحات کے مطابق، جو قرآن کریم میں مذکور ہیں، ایمان رکھتا ہوں۔ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا کا آخری نبی اور رسول، اور قرآن کریم کو تمام نوع انسان کے لئے ضابطہ حیات مانتا ہوں۔ ارکان اسلام (نماز۔ روزہ۔ وغیرہ) کے متعلق میرا مسلک یہ ہے کہ امت کے مختلف فرقے انہیں جس جس طریق سے ادا کرتے چلے آرہے ہیں، کسی شخص کو حق حاصل نہیں

کہ ان میں کوئی ردوبدل کرے۔ یا کوئی نیا طریق وضع کرے۔

(ب) اطاعت خدا اور رسولؐ کے متعلق جو کچھ میں کہتا ہوں وہ صرف یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد صورت یہ نہیں تھی کہ ہر شخص اپنے اپنے مفہوم کے مطابق خدا اور رسولؐ کی اطاعت کر لیتا تھا۔ اس کی صحیح شکل یہ تھی کہ حضورؐ کے بعد جو خلافت علیٰ منہاج نبوت قائم ہوئی تھی اس سے پوچھا جاتا تھا کہ فلاں معاملہ میں خدا اور رسولؐ کی اطاعت کس طرح کی جائے گی۔ جو فیصلہ وہاں سے ملتا اسے خدا اور رسولؐ کی اطاعت سمجھا جاتا۔ اسی سے وحدت امت قائم تھی۔ جب خلافت نہ رہی تو خدا اور رسولؐ کی اطاعت انفرادی طور پر ہونے لگی۔ اس سے امت میں افتراق پیدا ہوا۔ امت میں دوبارہ وحدت پیدا کرنے کی صورت یہ ہے کہ پھر سے خلافت علیٰ منہاج نبوت قائم کی جائے۔ اور اس کے فیصلوں کے مطابق خدا اور رسولؐ کی اطاعت کی جائے۔ اسی خلافت کو بغرض اختصار، مرکز ملت یا اسلامی نظام سے تعبیر کیا جاتا ہے، اور میں اس کی بار بار وضاحت کر چکا ہوں۔ میں نہ ہر نظام حکومت کو اسلامی نظام کہتا ہوں، اور نہ اس کے فیصلوں کی اطاعت کو خدا اور رسولؐ کی اطاعت۔ میرے نزدیک خلافت علیٰ منہاج نبوت کے علاوہ کوئی نظام اسلامی نہیں کہلا سکتا۔ اور نہ اسے مرکز ملت کہا جا سکتا ہے۔

(ج) میں ہر اس حدیث کو صحیح مانتا ہوں جو قرآن کے خلاف نہ ہو یا جس میں نبی اکرمؐ یا صحابہ کبارؓ کی شان میں کوئی طعن نہ پایا جاتا ہو۔ میں صرف ان وضعی روایات کو ''عجمی سازش'' سے تعبیر کرتا ہوں جن میں غیر اسلامی معتقدات اور رسومات کو اسلام کے لباس میں پیش کیا گیا ہے۔

6 — جس لٹریچر کی بناء پر مجھے کافر قرار دیا جا رہا ہے اس کے متعلق اتنا عرض کر دینا کافی سمجھتا ہوں کہ اس وقت ملک میں ہزاروں تعلیم یافتہ نوجوان ایسے ہیں جو اس لٹریچر کی بدولت اسلام کے گرویدہ ہیں۔ اگر یہ لٹریچر ان تک نہ پہنچتا تو وہ کبھی کے مغربی مادیت یا روس کی کمیونزم کی آغوش میں جا چکے ہوتے۔ میں اس بے پایاں کرم کے لئے بدرگاہ رب العزۃ قدم قدم پر سجدہ ریز ہوں، کہ اس نے مجھے یہ توفیق عطا فرمائی۔

7 — چونکہ یہ عریضہ آپ کے اس بیان کے ضمن میں ارسال کررہا ہوں جو آپ نے پمفلٹ میں شائع کردیا ہے۔اس لئے اپنے اس عریضہ کو بھی بغرض اشاعت پریس میں بھیج رہا ہوں۔

والسلام

خیر طلب...... پرویز

مفتی صاحب کا خط
پرویز صاحب کے نام

جناب پرویز صاحب......**السلام علی من اتبع الھدی**

عرض ہے کہ آپ کا مکتوب مورخہ 20 فروری 1962ء مجھے 24 فروری کو مل گیا تھا' مگر کاموں کا ہجوم ایسا ہے کہ مجھے جواب طلب مراسلات کی بلحاظ ضرورت واہمیت کوئی ترتیب قائم کرنی پڑتی ہے اور پھر اسی ترتیب سے جواب لکھتا ہوں' یہی وجہ ہے کہ جواب میں تاخیر ہوئی۔

جس وقت یہ فتویٰ توثیقی دستخط کے لئے میرے پاس آیا اس وقت بھی اس امر کی اہمیت پوری طرح ملحوظ تھی اور اس کا اطمینان کرنا ضروری سمجھتا تھا کہ جن اقتباسات پر فتویٰ لیا جارہا ہے وہ واقعی آپ ہی کی تحریروں کے اقتباسات ہوں' نیز یہ کہ ان عبارتوں کو سیاق سباق سے اس طرح منقطع کر کے نہ پیش کیا گیا ہو کہ اصل مفہوم سے مختلف کوئی مفہوم بن جاتا ہو'یا کوئی ایسی شاذ عبارت ہو جو آپ کی کثیر التعداد تصانیف ومقالات میں پیش کردہ مسلک سے بالکل میل نہ کھاتی ہو......اور ایسی ہی صورت میں تعبیر کی کوتاہی یا سہو' کا احتمال ہونے کے باعث وضاحتِ مراد کا موقع دیا جاتا ہے......

متعلقہ عبارتوں میں کوئی ابہام واغلاق بھی نہ تھا' ان عبارتوں کا مفہوم پورا واضح تھا' اور وہی

مفہوم پیش نظر رکھا گیا تھا جو کسی اردو جاننے والے کے نزدیک اس کا ہوسکتا ہے۔

ان حالات میں ظاہر ہے کہ فتویٰ دینے سے پہلے یا کسی مرحلہ پر آپ سے مراجعت کا کوئی سوال نہ تھا' ان صریح اور واضح عبارتوں میں ناقابل تاویل انداز کا کفروالحاد دیکھ کر دیانۃً اس کی گنجائش نہ تھی کہ فتویٰ کی توثیق نہ کی جاتی۔

کسی ایک فرد کا ملت سے کٹ جانا کوئی معمولی سانحہ نہیں ہوتا' بادلِ ناخواستہ اس فریضہ کو ادا کیا' اور بتقاضائے احتیاط مزید یہ اہتمام بھی کیا کہ اگر بفرضِ محال کوئی عبارت آپ کی طرف غلط منسوب ہوگئی ہو یا اقتباس ایسا ناقص اور ادھورا ہو کہ اپنے سیاق وسباق میں اس کا مفہوم کچھ بنتا اور جس طرح پیش کیا گیا ہے اس سے کچھ اور مفہوم بن جاتا ہو تو اس پر غور کرنے کا اعلان بھی کر دیا۔

آپ کے خط کے جواب میں اسی بات کا اعادہ کرنے کے علاوہ کیا کرسکتا ہوں کہ ''اگر آپ کسی ایسے اقتباس کی نشاندہی کریں جو آپ کی جانب غلط منسوب کیا گیا ہے یا اقتباس ایسا ناقص اور ادھورا ہے کہ سیاق وسباق سے ہٹ کر کوئی بالکل مختلف مفہوم پیدا کرتا ہے تو اس پر یقیناً غور کیا جائے گا'' اور اس کے نتیجہ میں اگر نفس فتویٰ پر کوئی اثر پڑتا ہے تو اس امر کی اشاعت بھی ضرور کی جائے گی' نفس فتویٰ اور اس کی ذمہ داری سے متعلق تو اتنی ہی بات ہے۔

باقی مسائل جو آپ نے اس مکتوب میں چھیڑے ہیں وہ منجملہ انہی مسائل کے ہیں جو امت کے مسلمہ عقائد سے آپ کا انحراف اور آپ کے معتقدات کا اختلاف واضح کرتے ہیں۔ ایمان' اطاعت خدا اور رسول وحدیث رسول کے متعلق تمام امت کے معتقدات اور نصوص قرآن وسنت کے خلاف تحریف وتلبیس کا مظاہرہ اس میں بھی ہے' جہاں تک آپ کے موقف ومسلک کے خلاف دلائل وبراہین کا تعلق ہے متعدد اہل علم عرصہ دراز سے وقتاً فوقتاً شرح وبسط کے ساتھ اور مختلف عنوانات سے انہیں پیش کر کے آپ کو متوجہ کرنے کی سعی کرتے رہے ہیں' یہاں تک کہ اس موضوع پر معتد بہ لٹریچر جمع ہو گیا ہے جس سے آپ ناواقف نہ ہوں گے' میری جانب سے ان مسائل پر بحث ومباحثہ اور ردّ وقدح کا ایک نیا سلسلہ نہ کچھ نتیجہ خیز معلوم ہوتا ہے' نہ میرے قویٰ اور

مشاغل اس کی چنداں اجازت دیتے ہیں۔اگران مسائل پر ہر اعتبار سے ایسے موثر اور مدلل انداز میں جو طالب حق کے لئے کافی ہونا چاہئے حق کی وضاحت نہ ہوسکی ہوتی تو شاید اپنی تمام معذوریوں کے باوجود اس ضرورت کو پورا کرنے کے لئے اپنی بصیرت وبضاعت کی حد تک ان مسائل پر جو آپ نے اس مکتوب میں چھیڑے ہیں ضرور کچھ لکھتا' لیکن نہ اس کی افادیت نظر آتی ہے نہ ضرورت۔

اس لئے یہ خط اس دعا پر ختم کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ پر حق واضح فرمادیں اور اسے قبول کرنے کی توفیق بھی عطا فرمادیں' اور تمام مسلمانوں کو شرورنفس سے مامون اور حق پر قائم رکھیں' واللہ الموفق والمعین'

بندہ محمد شفیع عفا اللہ عنہ

13مارچ 1962ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پرویز صاحب کا جواب

محترم مفتی صاحب!السلام علیکم

گرامی نامہ مورخہ 13مارچ1962ء شرف صدور لایا۔تکلیف فرمائی کے لئے شکرگزار ہوں۔

1 — آپ نے فتوے کی تمہید میں لکھا تھا کہ

چند مستند معتمد علماء کی ایک جماعت نے پرویزی لٹریچر کو پورے غور سے دیکھا اور پوری احتیاط کے ساتھ اس کے حسب ذیل اقتباسات لئے گئے ہیں۔(پمفلٹ صفحہ19)

اب آپ نے اس خط میں جو کچھ لکھا ہے اس کا ماحصل یہ ہے کہ مستند اور معتمد علماء کی اس جماعت کی تحقیق ایسی قابل اعتماد اور ان کے پیش کردہ اقتباسات اس قدر مکمل تھے کہ انہیں دیکھ کر دیانتاً اس کی

گنجائش نہ تھی کہ فتویٰ کی توثیق نہ کی جاتی۔ میں اس سلسلہ میں صرف ایک مثال پیش کرنا چاہتا ہوں جس سے واضح ہو جائے گا کہ ''مستند اور معتمد علماء'' کی اس جماعت نے کس قسم کی تحقیق فرمائی۔ جو کچھ انہوں نے پیش کیا اس میں کس قدر دیانت سے کام لیا اور جن حضرات نے اس فتویٰ کی توثیق فرمائی انہوں نے کتنی ذمہ داری کا ثبوت دیا۔

2 — اس فتویٰ میں مجھے ذات باری تعالیٰ کا منکر ٹھہرایا گیا ہے اور اس کے ثبوت میں درجِ ذیل اقتباس پیش کیا گیا ہے۔

> اور چونکہ خدا عبارت ہے ان صفات عالیہ سے جنہیں انسان اپنے اندر منعکس کرنا چاہتا ہے اس لئے قوانین خداوندی کی اطاعت درحقیقت انسان کی اپنی فطرت عالیہ کے نوامیس کی اطاعت ہے۔ (پمفلت صفحہ 22)

اس اقتباس سے تنقیح یہ قائم کی گئی ہے کہ میرے نزدیک

> اللہ تعالیٰ کا کوئی خارجی وجود نہیں (پمفلٹ صفحہ 33)

اب دیکھئے کہ میرے لٹریچر میں ذات باری تعالیٰ کے متعلق کیا لکھا ہے۔ میں نے اس پچیس تیس برس کے عرصہ میں ذات خداوندی کے متعلق جو کچھ لکھا ہے وہ ہزارہا صفحات پر پھیلا ہوا ہے۔ متفرق مضامین اور اشارات کے علاوہ میری ایک مستقل تصنیف صرف ذات باری تعالیٰ سے متعلق ہے۔ یہ کتاب سلسلہ معارف القرآن کی پہلی جلد اور میری اولین مستقل تصنیف ہے جو آج سے بیس سال پہلے شائع ہوئی تھی پہلے ایڈیشن میں اس کا عنوان ہی ''اللہ'' تھا۔ جدید ایڈیشن میں اس کا نام ''من و یزداں'' رکھا گیا ہے۔ یہ بڑے سائز کے قریب ساڑھے چار سو صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں پہلے ذات خداوندی کے متعلق قرآن کریم کی تعلیم پیش کی گئی ہے اور اس کے بعد صفات خداوندی (**الاسماء الحسنی**) میں سے ایک ایک کو نمایاں طور پر سامنے لایا گیا ہے۔ دیکھئے کہ اس کتاب کے ابتدائی صفحات میں ہی اس موضوع پر کیا لکھا ہے۔

> یہ ظاہر ہے کہ جہاں تک خدا کی ذات کا تعلق ہے اس کی کنہ وحقیقت اور ماہیت وکیفیت کا سمجھنا انسانی ذہن کے بس کی بات نہیں۔ ایک محدود ذہن، لامحدود کا تصور

کر ہی نہیں سکتا......یہی وجہ ہے کہ قرآن نے ذات خداوندی کی کنہ وحقیقت کے متعلق کچھ نہیں کہا۔صرف یہ بتایا ہے کہ اس کی صفات کیا ہیں۔قرآنی تعلیم کی عظمت اور بے مثالیت کا بنیادی گوشہ یہ ہے کہ ان صفات کی رو سے خدا کا جو تصور سامنے آتا ہے اس سے بلند پاکیزہ اور مکمل تصور اور کہیں نہیں مل سکتا۔

(من ویزداں صفحہ 4-5)

ذرا آگے چل کر لکھا ہے۔

اللہ کیا ہے؟ اس کی ہستی کیسی ہے؟ اس کی ذات کی کنہ وحقیقت کیا ہے؟ یہ وہ سوالات ہیں جن کا جواب عقل انسانی کے احاطہ سے باہر ہے......وہ انسان جو ابھی تک یہ بھی معلوم نہیں کر سکا کہ وہ خود کیا ہے وہ کیا معلوم کر سکے گا کہ خدا کیا ہے۔وہ شخص جو مشینری کی حقیقت تک پہنچنے سے عاجز ہے' مشینری بنانے والے کی کنہ وحقیقت کا کس طرح احاطہ کر سکتا ہے۔ذات خداوندی کی ماہیت کا علم انسان کی سرحدادراک سے ماوراہے۔

جس چیز کو انسان براہ راست نہ سمجھ سکے اس کے متعلق اندازہ لگانے کا دوسرا طریقہ یہ ہوتا ہے کہ اس جیسی کسی دوسری شے پر غور کیا جائے۔لیکن وہ ذات بے مثل وبے نظیر ہے......(**لیس کمثلہ شی**)لہٰذا خدا کی ماہیت انسان کے ذہن میں کیسے آسکتی ہے۔ (من ویزداں صفحہ 42)

اسی کتاب کے صفحہ 29 پر قرآن کریم کی آیات (2:255; 59:22-24) کو درج کر کے ان کے ترجمہ سے ذات خداوندی کا تعارف ان الفاظ میں کیا گیا ہے۔

اللہ وہ ہے جس کے سوا کوئی الہٰ نہیں۔زندہ ہے اور اس کی زندگی کے لئے فنا وزوال نہیں القیوم ہے (یعنی ہر شے اس کے حکم سے قائم ہے اور وہ اپنے قیام کے لئے کسی کا محتاج نہیں) نہ (اس کی آنکھ کے لئے) اونگھ ہے نہ (دماغ کے لئے) نیند۔زمین اور آسمانوں میں جو کچھ ہے سب اسی کا ہے۔اس کے سوا کوئی الہٰ نہیں۔غیب

وشہادت (حاضر وغائب) کا جاننے والا۔ رحمٰن ورحیم' تمام قوتوں کا مالک' ہر عیب سے پاکیزہ' سلامتی والا' امن دینے والا۔ نگہبان' غالب' بگڑی بنانے والا' بڑی عظمت والا' وہ لوگوں کے شرک سے پاک ہے۔ اللہ وہ ہے جو پیدا کرنے والا۔ ٹھیک ٹھیک بنانے والا' صورت گر۔ (بہترین ہیئت عطا کرنے والا) سب اچھے اچھے نام (تمام عمدہ صفات) اس کے لئے ہیں۔

اسی کتاب کے صفحہ 40 پر آپ کو یہ عبارت ملے گی۔

الہ حقیقی کی جو صفات گذشتہ صفحات میں آپ کے سامنے آئی ہیں ان پر ایک دفعہ پھر نگاہ ڈالئے اور دیکھئے کہ زندگی کا کوئی گوشہ بھی ایسا رہ جاتا ہے جس کے لئے کسی اور ''الہ'' کی تلاش رہے۔ زندگی بخشنے والا' پرورش کرنے والا' رزق دینے والا' امن وسلامتی عطا فرمانے والا' ہر وقت نگہبان بگڑی بنانے والا' ہر معاملہ میں کارساز' وہ جس پر کامل بھروسہ کیا جائے' جسے مایوسیوں میں پکارا جائے' جس کے قبضہ میں نفع ونقصان ہو۔ جو حاضر وغائب کا علم رکھتا ہو۔ سب پر غالب' عظمتوں کا مالک' ہر عیب سے منزا' مالک الملک' شہنشاہ حقیقی' جس کی زندگی کے لئے فنا نہ ہو' جس کے سب محتاج ہوں۔ کیا اس ہستی کے علاوہ کوئی اور ہستی بھی اس قابل ہے کہ اس کی عبودیت اختیار کی جائے۔

یہ کتاب کی ابتداء تھی۔ اس کے آخری صفحات میں آپ کو یہ عبارت ملے گی۔

جیسا کہ شروع میں لکھا جا چکا ہے' اللہ کی ذات کی معرفت انسانی حیطۂ ادراک سے ماورا ہے۔ اس نے انسان کو اپنے متعلق جس قدر علم دینا چاہا وہ ان صفات کے ذریعے دے دیا جو قرآن کریم میں مذکور ہیں۔ اس لئے ہم اللہ کے متعلق جو کچھ بھی جان سکتے ہیں وہ اتنا ہی ہے جتنا قرآن بیان کرتا ہے۔ اس کے علاوہ اور کوئی ذریعہ ایسا نہیں جس سے ہم خدا کی ذات کو پہچان سکیں یا اس کے متعلق علم حاصل کرسکیں۔ یہی ایک عبد مومن کے لئے علم کا آخری نقطہ اور معرفت کی آخری حد ہے۔ اس سے

آ گے نہ بڑھا جا سکتا ہے نہ بڑھنے کی کوشش نتیجہ خیز ہوسکتی ہے۔ اسلام ایک سیدھا سادا صاف وشفاف نصاب تعلیم وضابطہ عمل ہے۔ اس میں نہ بے مقصد فلسفیانہ نکتہ آفرینیاں ہیں نہ بے مطلب عالم خیال کی قیاس آرائیاں۔ اسلام سے مفہوم یہ ہے کہ نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) پر نازل شدہ قرآن کے مطابق خدا پر ایمان' فکرونظر کے تمام گوشوں کا مرکز ہواور امکانی حدود کے اندر صفات خداوندی کا اپنے اندر منعکس کرتے جانا اعمال حیات کے تمام شعبوں کا محور۔ (صفحہ 246)

3 — فتویٰ میں کہا گیا ہے کہ میں ''موجود فی الخارج'' خدا کا قائل نہیں ہوں۔ جو اقتباسات اوپر دیئے گئے ہیں وہ بھی اس الزام کی تردید کے لئے کم نہیں۔ لیکن اس خاص نقطہ کے متعلق میری کتاب ''سلیم کے نام خطوط'' میں جو کچھ کہا گیا ہے اسے بھی آپ کی معلومات کے لئے درج کر دینا ضروری سمجھتا ہوں۔ اس میں لکھا ہے۔

لیکن دین (قرآن) خدا کے متعلق ایک جداگانہ تصور عطا کرتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ خدا ذہن انسانی کا تراشیدہ نہیں بلکہ وہ خارج میں موجود ہے۔ وہ اس وقت بھی موجود تھا جب کوئی تصور کرنے والا ذہن موجود نہیں تھا اور اس وقت بھی موجود ہوگا جب کوئی تصور کرنے والا ذہن موجود نہیں ہوگا۔ وہ موجود ہے اور اپنی خصوصیات کے ساتھ موجود ہے۔ اس کی یہ خصوصیات (جنہیں صفات کہا جاتا ہے) مستقل بالذات اور موجود فی الخارج ہیں۔ (جلد دوم صفحہ 7-8)

اور اسی خط کے آخر میں کہا گیا ہے:

یہ ہے سلیم! وہ خدا جس پر ایمان لانے کا مطالبہ قرآن کی طرف سے کیا جاتا ہے۔ مختصر الفاظ میں اس حقیقت کو پھر دہرالو کہ یہ خدا کسی انسان کے ذہن کی تخلیق نہیں بلکہ ایک موجود فی الخارج ذات ہے جسے حقیقت مطلقہ کہا جاتا ہے۔ اس خدا کا تعارف ان صفات کی رو سے ہوتا ہے جو اس نے خود وحی کے ذریعے بیان کر دی ہیں۔ (ایضاً صفحہ 36)

میں پوچھنا چاہتا ہوں ''مستند اور معتمد علماء'' کی اس جماعت سے جس نے میرے لٹریچر کو ''پورے غور سے دیکھا اور پوری پوری احتیاط کے ساتھ اس کے اقتباسات پیش کئے'' کہ انہیں میرے لٹریچر میں مندرجہ بالا عبارات کہیں دکھائی نہیں دیں؟ (اور اگر دکھائی نہیں دیں تو کیوں؟)۔ اور میں پوچھنا چاہتا ہوں آپ حضرات سے جنہوں نے اس فتویٰ کی توثیق فرمادی کہ جس شخص کا عقیدہ وہ ہو جو مندرجہ بالا عبارات سے روز روشن کی طرح واضح ہے کیا اس کے متعلق یہ کہا جائے گا کہ وہ موجود فی الخارج خدا کی ذات کا منکر ہے؟ اور جو لوگ یہ سب کچھ جانتے بوجھتے اس کے متعلق یہ کہیں، ان کے بارے میں آپ کا کیا فتویٰ ہے؟

4 — انسان کے لئے کیوں ضروری ہے کہ وہ خدا پر ایمان رکھے۔ اس سلسلہ میں میں نے (من جملہ دیگر امور) لکھا ہے کہ

انسان صرف جسم کا نام نہیں۔ جسم کے علاوہ اس کے پاس ایک اور شے بھی ہے جسے انسانی ذات کہتے ہیں۔ انسانی ذات کی اگر مناسب نشوونما ہو جائے تو اس میں حد بشریت کے اندر وہ صفات اجاگر ہوتی چلی جاتی ہیں جنہیں خدا کے ضمن میں اسماء الحسنیٰ کہا جاتا ہے۔ اس طرح کی نشوونما یافتہ ذات حیات جاوید حاصل کر لیتی ہے اور جسم کی موت سے اس کا کچھ نہیں بگڑتا۔ (ان میں وہ صفات خداوندی شامل نہیں جن کا تعلق خدا کی لامتناہیت سے ہے) قرآن نے صفات خداوندی کو اس تفصیل اور وضاحت اور حسن وخوبی کے ساتھ اسی لئے بیان کیا ہے کہ انسان انہیں اپنی ذات کی نشوونما کے لئے بطور معیار اپنے سامنے رکھے۔ جوں جوں انسانی ذات میں ان صفات کی نمود ہوتی جاتی ہے وہ (قرآن کے الفاظ میں) ''خدا کے رنگ میں رنگا جاتا ہے'' یا اس کا قرب حاصل کرتا جاتا ہے۔

خدا کی صفات کو اپنے سامنے بطور معیار رکھ لینا اور اپنی ذات میں ان کی نمود کو زندگی کا نصب العین قرار دے لینا ایمان باللہ (خدا پر ایمان) کہلاتا ہے۔

(من ویزداں صفحہ 7 و 18 و 447)

ان تصریحات کی روشنی میں اس فقرے کو دیکھئے جسے ''علماء کی کمیٹی'' نے پیش کر کے مجھے خدا کا منکر ٹھہرایا ہے۔ میں نے اسلامی مملکت کی خصوصیات کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے۔

اس نظریہ حیات اور تصور مملکت کی بنیاد اس آفاقی اصول پر ہے کہ قانون سازی کا حق کسی انسان کو نہیں۔ انسانوں کے لئے اصولی قوانین اور اساسی آئین صرف ذات خداوندی متعین کر سکتی ہے۔ اس لئے اس نظام مملکت میں حاکمیت کا اقتدار اعلیٰ صرف خدا کو حاصل ہے اور چونکہ خدا عبارت ہے ان صفات عالیہ سے جنہیں انسان اپنے اندر منعکس کرنا چاہتا ہے اس لئے قوانین خداوندی کی اطاعت درحقیقت انسان کی اپنی فطرت عالیہ کے نوامیس کی اطاعت ہے۔ کسی غیر کی محکومیت نہیں۔ فلہٰذا اس مملکت میں انسان کسی غیر کا محکوم اور غلام نہیں ہوتا بلکہ اس حریت و آزادی کا زندہ پیکر ہوتا ہے جو اس کی فطرتِ صحیحہ کا تقاضا ہے۔

(معراج انسانیت صفحہ 420)

اس باریک نکتہ کی وضاحت ''من ویزداں'' میں ان الفاظ سے کی گئی ہے۔

بجز ان صفات کے جن کا تعلق خالصتاً خدا کی لامتناہیت اور لامحدودیت سے ہے (مثلاً یہ کہ اسے کسی نے پیدا نہیں کیا۔ نہ ہی وہ عدم سے وجود میں آیا ہے) انسانی ذات کی بنیادی صفات وہی ہیں جو صفات' ذات خداوندی کی ہیں' اس فرق کے ساتھ کہ انسانی ذات کی یہ صفات محدود اور سمٹی ہوئی شکل میں ہوتی ہیں' نیز قابل نشوونما۔ ان کی نشوونما اسی صورت میں ہوسکتی ہے کہ انسان صفات خداوندی کو اپنے سامنے بطور معیار رکھے۔ یہ انسان اور خدا کا بنیادی تعلق ہے جس چیز کو قوانین خداوندی کی اطاعت کہتے ہیں وہ (معاذ اللہ) کسی مستبد' مطلق العنان ڈکٹیٹر کے احکام کی فرماں پذیری نہیں ہوتی بلکہ ان ہدایات کا اتباع ہوتا ہے جن سے انسانی ذات کی نشوونما ہوتی ہے۔ ان ہدایات کے اتباع سے اس کی ذات کے تقاضوں کی تسکین ہوتی ہے۔ (من ویزداں صفحہ 14)

علامہ اقبالؒ نے اسی بلند حقیقت کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے۔

> اسلام خدا کی اطاعت کا مطالبہ کرتا ہے' تخت و تاج کی اطاعت کا نہیں اور چونکہ خدا زندگی کی آخری اساس ہے اس لئے خدا کی اطاعت درحقیقت انسان کی اپنی مثالی فطرت کی اطاعت کے مرادف ہے۔(2)
>
> (خطبات اقبال انگریزی۔صفحہ 140)

5 — میں انہی اقتباسات کو کافی سمجھتا ہوں ورنہ' جیسا کہ میں نے شروع میں کہا ہے' ذات خداوندی کے متعلق میں نے جو کچھ لکھا ہے وہ ہزاروں صفحات میں بکھرا پڑا ہے۔ آپ ان تشریحات سے بخوبی اندازہ فرماسکیں گے کہ علماء کی کمیٹی نے میرے لٹریچر سے اقتباسات پیش کرنے میں کس ''احتیاط اور دیانت'' سے کام لیا ہے اور جن حضرات نے اس فتویٰ کی توثیق فرمائی ہے' انہوں نے کس قدر ذمے داری کا ثبوت دیا ہے۔ اس ایک مثال سے آپ کمیٹی کی باقی تحقیق کا بھی بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں۔

6 — آپ نے اپنے خط میں لکھا ہے کہ اگر آپ کسی ایسے اقتباس کی نشاندہی کر دیں جو آپ کی جانب غلط منسوب کیا گیا ہے یا اقتباس ایسا ناقص اور ادھورا ہے کہ سیاق وسباق سے ہٹ کر کوئی بالکل مختلف مفہوم پیدا کرتا ہے...... یا کوئی ایسی شاذ عبارت ہو جو آپ کی کثیر التعداد تصانیف و مقالات میں پیش کردہ مسلک سے بالکل میل نہ کھاتی ہو تو اس پر یقیناً غور کیا جائے گا اور اس کے نتیجے میں اگر نفس فتویٰ پر کوئی اثر پڑتا ہے تو اس امر کی اشاعت بھی ضرور کی جائے گی۔''

میں نے اپنی تحریروں کے جو اقتباسات اس خط میں پیش کئے ہیں مجھے امید ہے کہ ان کی روشنی میں آپ مجھ سے متفق ہوں گے کہ آپ پر یہ فریضہ عائد ہو جاتا ہے کہ آپ اس کا اعلان فرمائیں' اور اس اعلان کی عام اشاعت کریں کہ کم از کم اس حد تک علماء کی کمیٹی نے میرے خیالات پیش کرنے میں احتیاط اور دیانت سے کام نہیں لیا اور یہ کہ فتویٰ کی یہ شق باطل اور گمراہ کن ہے۔ اگر آپ نے ایسا کر دیا تو میں عندالضرورت اس کمیٹی کی تحقیقات کے باقی حصوں کی بھی اسی طرح نقاب کشائی کر دوں گا۔ وہیں سے یہ حقیقت بھی آپ پر روشن ہو جائے گی کہ میرے معتقدات

ونظریات کے خلاف (بقول آپ کے) ''متعدد اہل علم عرصہ دراز سے وقتاً فوقتاً شرح وبسط کے ساتھ جو کچھ کہتے چلے آ رہے ہیں''اس میں حقیقت کس قدر ہے اور خالص پروپیگنڈہ کس قدر۔

7 — اس ضمن میں اتنا واضح کر دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ میں یہ خط وکتابت اس لئے نہیں کر رہا کہ میرے نزدیک اس قسم کے فتوؤں سے واقعی ایک مسلمان کافر ہوجاتا ہے اور اس کے لئے ضروری ہوجاتا ہے کہ اپنے ایمان کا ثبوت پیش کرے۔ میں تو ایک طرف رہا' اس بات کے تو خود آپ بھی قائل نہیں کہ ان فتوؤں سے ایک مسلمان واقعی کافر ہوجاتا ہے۔ مثلاً آپ اپنی ہی مثال لیجئے۔ آپ دیوبندی مکتب خیال سے متعلق ہیں اور آپ کو اچھی طرح معلوم ہے کہ دیوبندی حضرات پر کفر کے متعدد فتوے لگ چکے ہیں۔ اس کے باوجود آپ نے کبھی اپنے آپ کو کافر نہیں سمجھا۔ یا جن علماء نے اس فتوے پر دستخط کئے ہیں وہ جن فرقوں سے متعلق ہیں' ان میں سے کون سا فرقہ ایسا ہے جس پر کفر کے فتوے نہیں لگ چکے۔ لیکن اس کے باوجود وہ سب مسلمان کے مسلمان ہیں۔ سو ظاہر ہے کہ جب دوسروں کے فتوؤں سے یہ حضرات کافر نہیں ہوئے' تو ان کے فتوؤں سے دوسرا کافر کس طرح ہوجائے گا؟ میں نے یہ خط وکتابت محض اس لئے کی ہے کہ آپ حضرات نے اپنی غیر ذمہ داری سے (جس کا ثبوت اوپر پیش کیا جا چکا ہے) ہزاروں سادہ لوح مسلمانوں کو دوسرے مسلمانوں سے بدظن کر دیا ہے اور اس قسم کی بدظنی قرآن کریم کی رو سے اثم (گناہ) قرار پاتی ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ وہ سادہ لوح مسلمان اس گناہ سے بچ جائیں' اور آپ میں سے بھی جن حضرات کو اللہ توفیق عطا فرمائے وہ اپنے اس اقدام سے نادم ہوکر خدا کے حضور تائب ہوسکیں۔

8 — اگر آپ ایک مخلصانہ مشورہ پر غور کرنے کے لئے تیار ہوں تو میں عرض کروں گا کہ اگر آپ فتاویٰ صادر کرنے کی اہم ذمہ داری سے سبکدوش ہوجائیں تو آپ کے لئے بہت اچھا ہوگا۔ اس لئے کہ اس قسم کے فیصلے دینے کے لئے جس قسم کی تحقیق اور کاوش کی ضرورت ہوتی ہے وہ (معاف بفرمائید) آپ کے بس کی بات نہیں۔ اور دوسروں کی تحقیق جس قدر قابل اعتماد ہوتی ہے اس کا نمونہ آپ اوپر دیکھ چکے ہیں۔ آپ کو یاد ہوگا کہ تقسیم سے پہلے آپ نے یہ فتویٰ دیا تھا کہ عبادات کے لئے لاؤڈ اسپیکر کا استعمال ناجائز ہے۔ اس فیصلہ تک پہنچنے کے لئے آپ نے لکھا تھا

کہ آپ نے اس کے متعلق الیگزنڈر ہائی سکول بھوپال کے سائنس ماسٹر برج نندن لال صاحب سے دریافت کیا تھا اور انہوں نے کہا تھا۔ ''برقی قوت کی وجہ سے میں تو کم از کم یہ ماننے میں تامل کرتا ہوں کہ اصل آواز ہے اور اس کا انکار بھی مجھ سے ممکن نہیں کہ ثبوت مشکل ہے۔'' اس ''تحقیق'' کی بناء پر آپ نے لاؤڈ اسپیکر کے استعمال کو شرعاً ناجائز قرار دے دیا تھا۔ اب اسی لاؤڈ اسپیکر کو آپ سمیت تمام علمائے کرام بلا تامل استعمال کرتے ہیں۔

یہ تو عام مسائل کے متعلق فتویٰ کا ذکر ہے۔ جہاں تک کسی مسلمان کو کافر قرار دے دینے کا تعلق ہے وہ آپ کے الفاظ میں ''کوئی معمولی سانحہ نہیں ہوتا۔'' میں اس بحث میں پڑنا نہیں چاہتا کہ کسی فرد کو اس کا حق بھی حاصل ہے یا نہیں کہ وہ کسی مسلمان کے کفر و ایمان کا فیصلہ کرے۔ لیکن اگر کوئی شخص اسے اپنا حق سمجھتا بھی ہے تو اس کے لئے جس احتیاط اور دیانت کی ضرورت ہے' وہ بالکل عیاں ہے اور جب اس قسم کی تحقیق و کاوش آپ کے بس کی بات نہیں تو آپ کیوں اتنا بڑا بوجھ ناحق اپنی گردن پر لاد کر خدا کے حضور جائیں! میں سمجھتا ہوں کہ خدا یہ تو شاید پوچھ لے کہ تم نے کتنے کافروں کو مسلمان بنایا تھا لیکن وہ یہ نہیں پوچھے گا کہ تم نے کتنے مسلمانوں کو کافر بنایا تھا۔

9 — اس تکفیر و تفسیق سے امت کو کس قدر نقصان پہنچا ہے' اسے تو چھوڑیئے۔ اس سے خود آپ حضرات کی پوزیشن کیا ہوگئی ہے اس کے متعلق آپ مجھ سے نہیں' خود اپنوں میں سے ہی ایک کی زبان سے سنئے۔ سید ابوالاعلیٰ مودودی صاحب اس ضمن میں لکھتے ہیں:

> افسوس ہے کہ مدتوں کی چلی ہوئی اس روش کو چھوڑنے پر ہمارے علمائے کرام کسی طرح راضی نہیں ہوتے۔ انہوں نے اصل اور فروع' نص اور تاویل کے فرق کو نظر انداز کر دیا ہے۔ وہ ان فروع کو بھی اصول بنائے بیٹھے ہیں جن کو انہوں نے خود یا ان کے اسلاف نے اپنے مخصوص فہم کی بناء پر اصول سے اخذ کیا ہے۔ وہ ان تاویلات کو بھی نصوص کے درجے میں رکھتے ہیں جو نصوص سے معانی اخذ کرنے میں ان کے گروہ نے اختیار کی ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ وہ اپنے فروع اور اپنی تاویلات کے منکر کو بھی اسی طرح کافر قرار دیتے ہیں جس طرح اصول اور نصوص

کے منکر کو قرار دیا جاتا ہے۔ اس کھینچ تان اور بے اعتدالی نے پہلے تو اسلامی جمعیت میں صرف تفرقہ ہی پیدا کیا تھا مگر اب یہ دیکھ رہے ہیں کہ علماء کی یہ کافر گری مسلمانوں کے دلوں میں نہ صرف علماء کی طرف سے بلکہ خود اس مذہب کی طرف سے بھی بدگمانیاں پیدا کر رہی ہے جس کی نمائندگی یہ علماء کرتے ہیں۔ روز بروز علماء کا اقتدار مسلمانوں پر سے اٹھتا جا رہا ہے۔ ان کی باتیں سن کر دل مذہب کی طرف راغب ہونے کے بجائے اس سے دور بھاگنے لگے ہیں۔ مذہبی مجلسوں اور مذہبی تحریروں کے متعلق یہ عام خیال پیدا ہو گیا ہے کہ ان میں فضول جھگڑوں کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔ اس غلبہ کفر و فسق کے زمانے میں عام مسلمانوں کو مذہبی علوم کی واقفیت بہم پہنچانے کا اگر کوئی ذریعہ ہو سکتا تھا تو وہ یہ تھا کہ علمائے دین پر لوگوں کو اعتماد ہوتا اور وہ ان کی تحریروں اور تقریروں سے فائدہ اٹھاتے۔ مگر افسوس کہ ان فرقہ بندی کی لڑائیوں اور ان تکفیر کے مشغلوں سے یہ ایک ذریعہ بھی ختم ہوا جا رہا ہے اور یہ مسلمانوں میں مذہب سے عام ناواقفیت اور گمراہی کے پھیلنے کی ایک بڑی وجہ ہے۔ کاش ہمارے علماء اپنی اس غلطی کو محسوس کریں اور اسلام اور مسلمانوں پر نہیں تو خود اپنے اوپر ہی رحم کر کے اس روش سے باز آ جائیں جس نے ان کو اپنی قوم میں اس قدر رسوا کر دیا ہے درآنحالیکہ یہی وہ قوم تھی جو کبھی ان کو سر آنکھوں پر بٹھاتی تھی۔ (تفہیمات۔ حصہ دوم۔ صفحہ 152)

10...... میں حسب سابق اس خط و کتابت کو بھی اشاعت کے لئے پریس میں بھیج رہا ہوں۔ اللہ ہم سب کو صحیح راستے پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ والسلام

B-25، گلبرگ 2، لاہور۔

خیر طلب

پرویز

25 مارچ 1962ء